در خرابات مغاں گرچہ خدامی ہیم　　ویں عجب بیں کہ چہ بے قدر و بے کجائی ہیم

خیابان عرفان

آراستہ

صدر محاسب کار عالی

ھدیہ

اصنافِ سخن میں رباعی کو حکیمانہ خیالات اور صوفیانہ جذبات کی جولان گاہ ہونے کے باعث ایک خاص مرتبہ اور اہمیت حاصل ہے یہ وہ میدان ہے جہاں شاعر اُس وقت قدم رکھتا ہے جب مشقِ سخن کی تقریبًا تمام منزلیں طے ہو چکتی ہیں۔

چار مصرعوں کی بساط ہی کیا لیکن اس مختصر اور تنگ چار دیواری کے اندر معارف و حقایق کی بستیاں آباد نظر آتی ہیں اور اس چھوٹے سے چوکھٹے میں مصوری کے ایسے نادر اور مکمل نمونے جڑے جاتے ہیں کہ اہلِ نظر نقش بدیوار ہو کر

رہ جاتے ہیں۔

تقریباً تمام اساتذۂ سخن نے اس عرصۂ تنگ میں توسنِ فکر کی جولانیاں دکھائی ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ حُسنِ قبول کا سہرا صرف چند ہی کے سر رہا۔

بات یہ ہے کہ اس کوچہ میں قدم رکھنا معمولی شاعر کا کام نہیں، جب تک کہ قدرت کسی خاص دماغ کو شاعرانہ لطافتوں اور عاشقانہ سوز و گداز کے ساتھ ہی ساتھ حکیمانہ نظر اور صوفیانہ تخیل مرحمت نہ فرمائے اس میدان میں کامیابی ناممکن ہے۔

میں نے اس مجموعہ میں تقریباً پندرہ سو رباعیاں انتخاب کی ہیں اور حتی المقدور کسی ممتاز ہستی کو نظر انداز نہیں ہونے دیا ہے یا یوں کہنا چاہیے کہ کوئی چمن ایسا نہیں ہے جہاں سے خیابان کے واسطے پھول نہ چنے گئے ہوں۔

مرحلۂ انتخاب ایک نہایت صعب گزار فرض ہے اور درصل یہ ایک ایسا پیچیدہ راستہ ہے کہ اگر تائید غیبی اور ذوقِ فطری میرا بازو تھام نہ لیتے تو میں دو ہی چار قدم کے بعد لڑکھڑا کر گر پڑتا۔

البتہ اگر اس عالم رنگارنگ میں مذاق اور طبایع کا اس درجہ اختلاف موجود نہ ہوتا تو پھر انتخاب کا معاملہ نہ صرف آسان تھا بلکہ ایک نہایت خوشگوار مشغلہ۔

لیکن مصیبت تو یہی ہے کہ بیچارے انتخاب کرنے والے کو قدم قدم پر اختلاف مذاق کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ اُس غریب کی یہ تمنا بھی ہوتی ہے کہ اس کا مجموعہ عام پسند و مطبوع خلایق بھی ہو۔

بہرحال انتخاب کے متعلق تمام پیچیدگیوں کو پیش نظر رکھتے

ہوئے میں نے اس خدمت کو انتہائی عرق ریزی اور بے پایاں
کاوش و کاہش سے انجام دینے کی سعی کی ہے۔ بڑی فکر و محنت سے
کام لیا ہے اور اپنا بہت سا عزیز وقت صرف کیا ہے۔ اور
حتی الوسع کوشش کی ہے کہ یہ مجموعہ حسن قبول حاصل کرے۔

اپنی جانفشانیوں پر نظر ڈالتے ہوئے مجھے اُمید ہے کہ یہ
تالیف ملک میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جائیگی اور اہل دل کا
طبقہ اسے خصوصیت کے ساتھ عزیز رکھے گا اور میری محنت کی داد دیگا۔

انتخاب رباعیات کے بعد انتخاب رجال کا مسئلہ درپیش تھا
یعنی یہ مجموعہ کس کے نام پر معنون کیا جائے۔

یہ بھی کوئی آسان بات نہ تھی اس لئے کہ حکیمانہ کلام کی
نسبت بھی کسی ایسی ہی ہستی سے ہونا چاہئے جو خود بھی مرکز
معارف و حکم ہو۔

اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر میں نے اپنی نگاہ ہندوستان
کے تمام قریب و بعید گوشوں میں دوڑائی۔ حافظہ نے بہت سے
نام یاد دلائے۔ تخیل نے صدہا تصویریں پیش کیں اور آخر کار
اُن تمام ہستیوں میں سے میری قوتِ انتخاب نے ایک روشن
ستارے کو چُن لیا۔

عالیجناب مولوی سید حسین صاحب بلگرامی المخاطب بہ نواب موتمن جنگ عماد الدولہ
عماد الملک بہادر سی۔ ایس آئی

کے اسم گرامی کو ہندوستان میں کون نہیں جانتا۔ آپ کی شخصیت
اور فضل و کمال کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ کئی مستند
زبانوں کے مسلم الثبوت ادیب ہونے کے علاوہ سخن سنجی
میں بھی خاص مرتبہ رکھتے ہیں۔

آپ کی معمولی باتوں میں بھی وہ حقایق ہوتے ہیں
جو زبردست تصانیف میں نہیں مل سکتے۔ آپ کی تھوڑی
دیر کی صحبت بھی انسانی دماغ پر وہ مفید اثرات ڈالتی ہے کہ
پھر وہ تمام عمر مٹ ہی نہیں سکتے اور آپ کی زبان مبارک سے
اکثر ایسے ایسے ادبی نکات سننے میں آتے ہیں کہ چشم بصیرت
روشن ہو جاتی ہے۔

راستبازی اور اصول پسندی آپ کی سرشت میں داخل ہے
جو در اصل اس عصر کے واسطے چراغ ہدایت سے کم نہیں۔
حقیقت یہ ہے کہ اس مادی دور میں جبکہ فساد اور ہلاکت
کی قوتیں ابھر رہی ہیں اور انسانی دماغ ملکی تعلیم کی رو
کسی دوسری طرف بہہ رہی ہے ایسی ہستی کا وجود بہت
مغتنمات میں سے ہے۔

چنانچہ یہ انتخاب جس کا نام میں نے "خیابانِ عرفا"

رکھا ہے۔ جناب ممدوح کے اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں۔

اور امید رکھتا ہوں کہ اس ناچیز پیشکش کو جسے میں نے اس

ذوق کے تتبع میں آپ کی ترا۸۳سیویں سالگرہ کی مبارک

یادگار میں ترتیب دیا ہے شرف قبولیت بخشا جائے گا فقط

سید محمد حسن بلگرامی

مارچ سنہ ۱۹۲۲ء

خیرات آباد

حیدرآباد دکن

طبقات خیابانِ عرفان

فہرست اسماء شعرا جنکے کلام سے یہ مجموعہ انتخاب کیا گیا

الف

ابوسعید مہنہ	ابوالحسن خرقانی	ابوالفرج رونی
ابوالحسن وحی	اوحدالدین مراغی	اوجی نطنزی
امیر مغیث محوی	اثیرالدین آخسیکتی	ابن یمین
اشراق اصفہانی	امامی خلخالی	آزاد بلگرامی
ابوسعید اعلیٰ	امیر خسرو	آقا حسین خوانساری
القاص میرزا صفوی	الفت کردستانی	ابوالقاسم شیرازی
ابوزراعہ جرجانی	آقا عبدالباقی ندوی	امیر ابواسحق
ارشد سمرقندی	اوحدالدین کرمانی	ابوالحسن بلخی

ابوالحسن بیگانہ	اہلی شیرازی	ابوالوفا خوارزمی
اخگر کرمانی	احمد ملاطی	ابوسعید برغش شیرازی
انوری ابیوردی	ابوسلیک گرگانی	ارشدی ماوراء النہری
اسکندر	ابوالفوارس شاہ شجاع مظفری	ایزدی یزدی
ابونصر فارابی معلم ثانی	ابراہیم اردوبادی	ابوطالب ترشیزی
ادائی یزدی	امید ہمدانی	اشرف مقدسی
ابوالفتح مرزا جاہی	شیخ آذری	انسان
اشرف	امیر حسینی سادات	احسن بلگرامی
امیر محمد یوسف شاہی ہراتی	ڈاکٹر سر محمد اقبال	امجد حسین امجد حیدرآبادی

ب

بابا افضل کوہی	بوعلی قلندر شرف	بوعلی سینا بلخی
بہاء الدین آملی	بابا فغانی شیرازی	باقر مشہدی
بینوا دہلوی	بیکسی غزنوی	بہار آملی

بخشی　　بیخبر　　بیاض

باعث ہمدانی　　بایزید بسطامی　　بدیعی سیستانی

پندار رازی　　بدیہی سجاوندی　　بہاء الدین بغدادی

میر باقر داماد اشراق　　بیرم خان خانخاناں　　باقر لکھنوی

باقی نائینی　　بینوائی بدخشانی　　سلطان بایزید

ت

تاراج اصفہانی　　تمکین شروانی

ث

ثنائی کشمیری　　ثاقب کاکوروی

ج

جامی　　جعفر کاشی　　جلال الدین اکبر شاہ

مولانا جلال الدین رومی　　جہانگیر بادشاہ　　جلال الدین ابو الخیر عاشق

جمال الدین عبد الرزاق　　جمالی اردستانی　　جنتی

ح

حکیم سنائی	علی حزیں	حکیم نظام الدین علی کاشانی
ملا حیاتی گیلانی	حکیم رکنائی کاشی	حکیم قاآنی
حکیم میرزا محمد	حالی پانی پتی	حکیم خاقانی
حاجی	حسین یزدی	حافظ شیراز
حقی خوانساری	حمیدی بلخی	حفظ اللہ خان ابن سعد اللہ خان وزیر
حافظ جالندھری	حسن دہلوی	حسن علی یزدی
حکیم رکنائی مسیح	حکیم فغفور لاہجی	حسرتی دہلوی

خ

عمر خیام	خواجہ معین الدین چشتی	خواجہ عبداللہ انصاری
خلیفہ سلطان	خواجہ حسین مروی	خفی خوانساری
خان اعظم موسوم بعزیز کوکہ	خاکی شیرازی	خواجہ افضل الدین محمد ترکہ
خلیفہ اصفہانی	خان زمان علی قلیخان سلطان	خواجہ علی نعیم

خلیل بیگ گیلانی | خوشنود گوپاموی مدراسی

د

درد

ذ

ذکی شیرازی | ذرّہ اکبرآبادی

ر

رضی آرتیمانی | راہب | رنسیمی
رضی نیشاپوری | رشیدائی گازرونی | رستم مرزافدائی
رکن صائن | رفیع واعظ | رفیقائی یزدی
رافعی نیشاپوری | رودکی سمرقندی | روزبہان شیرازی
راقم مشہدی | رضائی شیرازی

ز

زین خاں کوکہ | زائر

س

سحابی استرآبادی — سرمد — سدید الدین اعور کرماج

سیری غزنوی — سید حسن غزنوی — سلمان ساوجی

سیف الدین باخرزی — سلطان قاچار — سید شرف الدین اشرفی سمرقندی

سلطان حسین میرزا — سلطان سنجر سلجوقی — سلطان ولد

سعدالدین حموی — سائر اردوبادی — سالک یزدی

سعید گیلانی — سلطان علاء الدین سلجوقی — سیف الدین آئینی

سید محمد جامہ باف

ش

شیخ عطار — شاہ بدخشی — شفیع خراسانی

شہاب الدین مقتول — شیخ فخرالدین — شیخ روزبہان صوفی

شیخ نظام الدین صانع بلگرامی — شیخ عماد فقیہ کرمانی — شمس الدین کرمانی

شاپور — شیخ شاہ نظر قمشہ — شیخ عبدالسلام پیامی

شاہ طہماسپ — شاہ نعمت اللہ ولی — شیخ سعدی شیرازی

شرف یزدی — شاہ سبحان خافی — شفیق بلخی

شحنۂ مازندرانی — شاہ ولایت اللہ — شیخ نجم الدین کبریٰ

شہید بلخی — شیخ عراقی — شیخ رباعی مشہدی

شریف جرجانی — شیخ نظام الدین گنجوی — شیخ عماد الدین فضل اللہ

شوقی یزدی — شرف یحییٰ منیری — شیخ مغربی تبریزی

شمس الدولہ محمد بلخی

ص

صالح شیرازی — صدر الدین نیشاپوری — صائب

صدر — صفی رازی

ط

طالب آملی — طالعی

ظ

ظہوری ظہیرالدین شفروہ ظہیر فاریابی

ظہیرا

ع

عرفی شیرازی عاقل عبدالباقی نہاوندی

عبدالرزاق فیاض عجم قلی بیگ ذوالقدر علی رضا تجلی

عہدی ساوجی عاشق اصفہانی عماد کرمانی

عبید زاکانی عین القضاۃ ہمدانی عیشی لکھنوی

عارف عنایت تبریزی عنایت اللہ خاں آشنا

علاء الدین اوجندی عزیز کاشی عبدالرحیم خانخاناں

علی قلی خاں والہ

غ

غلام قادر گرامی غالب دہلوی عزت ہمدانی

غیاثائی حلوائی غزالی مشہدی غیوری کابلی

غربتی　　غنی کشمیری

ف

فخر رازی　　فردی اردبیلی　　فکری خراسانی

فانی　　فیضی ہندوستانی　　فیضی تربتی

فصاحت خان راضی　　فضلی جرباد قانی　　فیض کاشانی

فیاض لاہیجانی　　فدائی لاہیجی　　فوقی یزدی

فرخی　　فائض　　فریدالدین احول سفرائی

ق

قاسم　　قاسم الانوار تبریزی　　قاضی عبداللہ

قزلباش خان مرحوم　　قتالی خوارزمی　　قابوس وشمگیر

قاضی میر حسن　　قاسم مشہدی　　قادری ہندوستانی

ک

کمال الدین اسمٰعیل　　کاہی کابلی　　کمال

کیخسرو خاں　　کمال الدین اصفہانی　　کوکب کشمیری

کاوس جرجانی ویلمی

ل

لطفی تبریزی　　لکزی داغستانی　　لطف علی بیگ شاملی چرکس

م

مومن یزدی　　محمد امین خادم استرآبادی　　مغربی

مرشد یزدجردی　　محمد جان قدسی　　مرزا عرب ناصح تبریزی

میر سنجر کاشی　　مرزا عبدالقادر بیدل　　مجدالدین محمد تاثیر الندی

مرزا اسحٰق تائب　　متین　　مرزا فصیح مشہور

مرزا جلال اسیر　　میر علی خرد پاقانی　　میر معصوم کاشی

مظفر حسین کاشی　　میرزا مقیم ہمت　　میرزا شریف تجرید

منصور اصفہانی　　ملا محمد سعید اشرف　　محمد افضل سرخوش

مسعود سعد سلمان　　ملا محسن فیض　　ملا محمد صادق

ملا رشدی رستم داری	منصف قاچار	محمد غزالی
مجیر بیلقانی	مراد قزوینی	مقیمی
مظفر کرمانی	معین شیرازی	مہدی کوکب
میر تربتی	مشتاق	ملا یک قمی
میر کیکاوس قابوس	میرزا فصیحی ہروی	ملا محمد صوفی
ملا شرف الدین علی یزدی	میرزا حنیف امین	مجد الدین بغدادی
محمد سعید حکیم تنہا	محمد قاسم مشہدی	ملک شمس الدین کرت
منہی زواری	محمود	محمد قلی سلیم
میر مخدوم	مجذوب	مومن دہلوی
مولوی یوسف علی	میرزا مہدی عالی	میرزا جلال الدین حسن صلا مشہدی
میرزا جلیل	مؤتمن الدولہ اسحٰق خاں	میرزا محمد تقی نصیری
مہدی اصفہانی	ملا محمد رضا شائق	میرزا حسن خاں الفت
میرزا اصلح الرضوی	میرزا محمد حسن نورس	مرتضیٰ قلی خاں شاملو

میرزا محمد تقی	میرزا حیدر رضوی	محتشم کاشی
میرزا عبداللہ منشی	معین استرآبادی	میر محمد حنیف الفت
میرزا فصیح	میرزا مہدی خاں کوکب	

ن

نعمت اللہ کرمانی	نقی کمرہ	نصیر الدین طوسی
نظیری نیشاپوری	نجم الدین دایہ رازی	نساخ
نصرت اللہ خاں شاد	نجم الدین خوارزمی	نیازی استرآبادی
نواب صدیق حسن خاں	نورالدین محمد نواری گیلانی	نصیر الدین اصفہانی
نجم الدین رازی	نشاط اصفہانی	نزاری قہستانی
نظیری	نامی	نصرت
نطقی نیشاپوری	ناظم نازرونی	ناظم ہروی
نواب شاہجہاں بیگم		

و

واله یزدجردی | وحشت بختیاری | دلی وحشت بیاضی
وقوعی سمنانی | واقف دہلوی

ہ

ہادی ابرقوہی | ہلالی | ہاتف اصفہانی
ہاشم کشمیری | ہمت اردبیلی | ہدایت طبرستانی
ہمایون بادشاہ

ی

یقینی لاہیجی | یوسف علی بیگ انیسی | نظیری
یحیی کاشی | یعقوب ترکمان | یوسف بلگرامی
یحیی نیشاپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توحید و معرفت
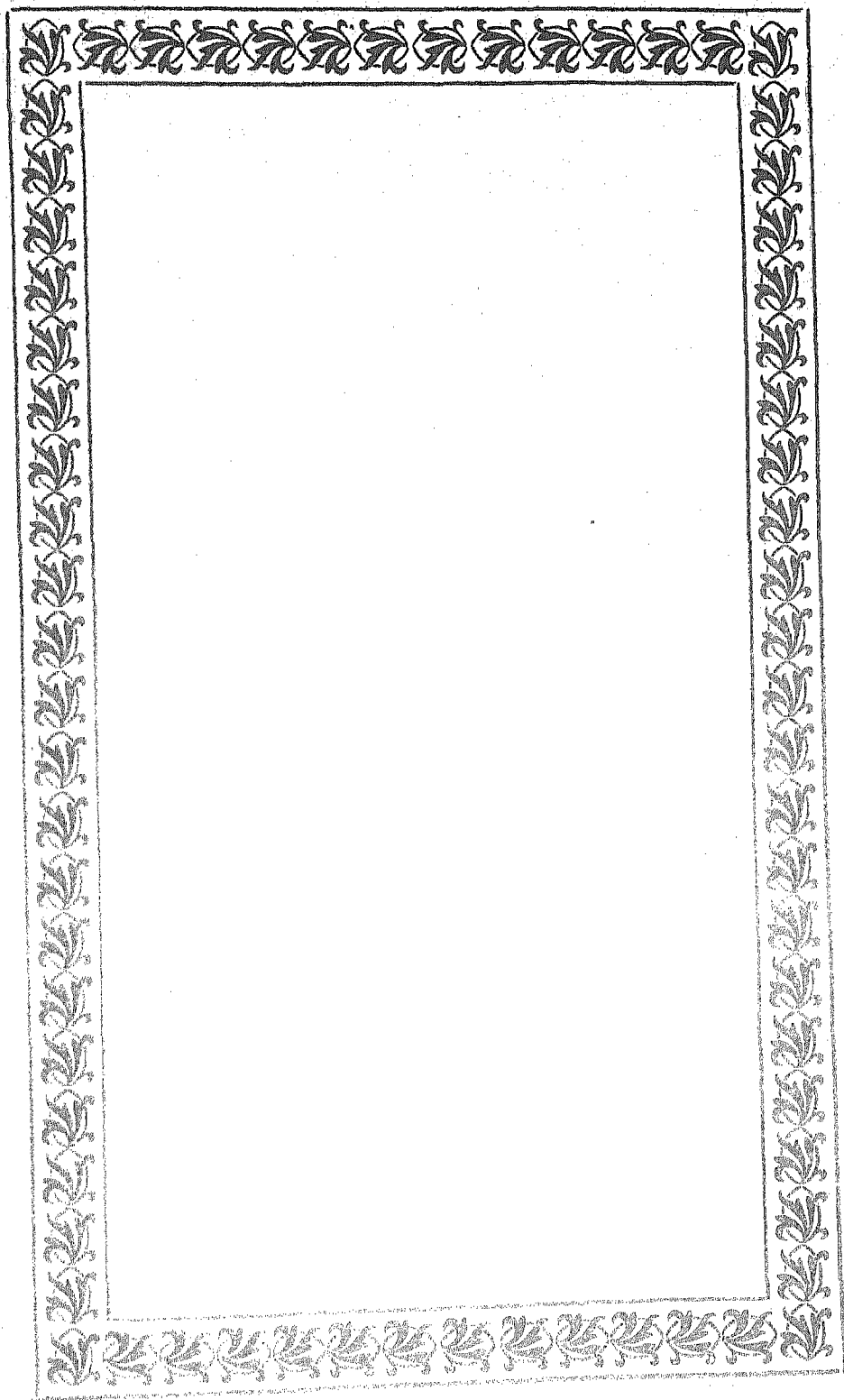
بابا افضل کوہی

اے ذاتِ تو سر دفترِ اسرارِ وجود — نقشِ رقمت بر در و دیوارِ وجود

در پردۂ کبریا نہاں گشتہ ز خلق — بنشستہ عیاں بر سرِ بازارِ وجود

بابا افضل کوہی

اے نسخۂ نامۂ الٰہی کہ توئی — اے آئینۂ جمالِ شاہی کہ توئی

بیروں ز تو نیست ہرچہ در عالم ہست — از خود بطلب ہر آنچہ خواہی کہ توئی

بابا افضل کوہی

درپس منگر و در پیش مباش
با خویش مباش و خالی از خویش مباش

خواہی کہ غریقِ بحرِ توحید شوی
مشنو منگر مگو میندیش مباش

بابا افضل کوہی

نا کردہ و ے انچہ ترا فرمودند
خواہی کہ چناں شوی کہ مردان بودند

تو راہ نرفتہ از آں ننمودند
ورنہ کہ زد ایں در کہ درش نگشودند

بابا افضل کوہی

اے آنکہ شب و روز خدا می طلبی
کوری اگر از خویش جدا می طلبی

حق با تو بہر زبان سخن می گوید
سر تا قدمت منم کرا می طلبی

شیخ عطار

یارب چہ نہاں چہ آشکارا کہ توئی   نہ عقل رسد نہ علم آنجا کہ توئی
آخر بکشائے بر دل بستہ درے   تا غرقہ شوم دران تماشا کہ توئی

شیخ عطار

نہ عقل بہ سرحد کمال تو رسد   نہ جاں بہ سراچہ وصال تو رسد
گر جملۂ ذرات جہاں دیدہ شود   ممکن نبود کہ در جمال تو رسد

شیخ عطار

عقلے کہ بسے رہبر خود ساختمش   در معرفت خدائے بگداختمش
عمرم برسید تا بدیں عقل ضعیف   بشناختم اینقدر کہ نشناختمش

شیخ عطار

دل عاشقِ روی تست با عهدِ درست　جان طالبِ وصلِ تست از روز نخست
آنکس که نہ جست وصلِ تو ہیچ نیافت　وانکس که ترا یافت دگر ہیچ نجست

شیخ عطار

در ذاتِ خدا فکرِ فراوان چہ کنی　جاں را ز قصورِ خویش حیراں چہ کنی
چوں تو نرسی بہ کنہِ یک ذرہ تمام　در کنہِ خدا دعوئے عرفاں چہ کنی

شیخ عطار

می پنداری کہ جاں توانی دیدن　اسرارِ ہمہ جہاں توانی دیدن
ہرگاہ کہ بینشِ تو گردد بکمال　کورئی خود آں زماں توانی دیدن

شیخ عطار

اربابِ نظر بسے بیندیشیدند ہر یک بدرست راہ دگر بگزیدند
حاصل بجز از عجز نیامد ہمہ را واخر ہمہ از عجز طمع ببریدند

شیخ عطار

پروانہ بہ شمع گفت یارم باشی گفتا کہ اگر شکستہ زارم باشی
خود را بمیان آتشے پاک بسوز گرمی خواہی کہ درکنارم باشی

شیخ عطار

اے آنکہ کمال خردہ دانان دانی خاصیت پیران و جوانان دانی
گر در صفت زبانم از کار بشد دانم کہ زبان بے زبانان دانی

ابوسعید مہنہ

مجنون تو کوہ را ز صحرا نشناخت   دیوانۂ عشق تو سر از پا نشناخت

ہر کس بتو رہ یافت ز خود گم گردید   آنکس کہ ترا شناخت خود را نشناخت

ابوسعید مہنہ

اے در دل من اصل تمنا ہمہ تو   وے در سر من مایۂ سودا ہمہ تو

ہر چند بہ روزگار در می نگرم   امروز ہمہ توئی و فردا ہمہ تو

ابوسعید مہنہ

گفتم کہ کئی تو بدین زیبائی   گفتا خود را کہ من خودم یکتائی

ہم عشقم و ہم عاشق و ہم معشوقم   ہم آئینہ ہم جمال ہم بینائی

ابوسعیدؒ

اے آنکہ کشانیدۂ ہر بند توئی   بیروں ز عبارت چہ و چند توئی
ایں دولتِ من بس کہ منم بندۂ تو   ایں عزتِ من بس کہ خداوند توئی

ابوسعیدؒ

در عالم اگر فلک اگر ماہ و خور است   از بادۂ ہستی تو پیمانہ خور است
فارغ ز جہانے و جہاں غیر تو نیست   بیروں ز مکانے و مکاں از تو پر است

ابوسعیدؒ

رفتم بہ طبیب و گفتم از درد نہاں   گفتا از غیر دوست بربند زباں
گفتم کہ غذا گفت ہمیں خونِ جگر   گفتم پرہیز گفت از ہر دو جہاں

ابو سعید مہنہ

اے آنکہ تو حالِ دلِ نالان دانی احوال دلِ شکستہ حالان دانی
گر خوانمت از سینۂ سوزان شنوی ور دم نہ زنم زبان لالان دانی

سحابی استرآبادی

صاحب نظر آنکہ زندۂ جاوید ند وارستہ ز بیم و فارغ از امید ند
در ہر چہ نظر کنند او را بینند ذرات جہان آئینۂ خورشید ند

سحابی استرآبادی

آن گنج خفی نہ کرد ظاہر شان را تا خلق نہ کرد حضرت انسان را
شمع است نمایندۂ کس در شب تار ہر چند کہ خود ساختہ باشد آن را

سحابی استرآبادی

عالم بہ فغانِ لا الہ الّا ہوست
جاہل بگماں کہ دشمن است ایں یا دوست

دریا بوجودِ خویش موجے دارد
خس پندارد کہ ایں کشاکش با اوست

سحابی استرآبادی

ہر چیز کہ جز خدائے نامے چنداست
نامے چنداست و ہر علامے چنداست

تکلیف و نماز و حج و ہر چیز کہ ہست
جوشے ز پئے پختن خامے چنداست

سحابی استرآبادی

درتافتہ است آفتابِ احدے
ہر ہر ذرّہ زآفتابے صمدے

خفاش وشان ازیں ندارند خبر
نورِ ازلی کجا و نورِ احدے

سحابی استرآبادی

از خویش میدہ را چہ مسجد چہ کنشت — توحید گزیدہ را نہ خوب است نہ زشت

خلقے ز پئے بہشت بے آرامند — ویں طرفہ کہ نیست جز در آرام بہشت

سحابی استرآبادی

دیروز بہ بازار شدم بشگفتم — آئینہ آویختہ دیدم گفتم

آخر چہ گناہ داری اے آئینہ — گفتا کہ جمال دیدم و نہفتم

سحابی استرآبادی

بستاں از دستِ ساقیِ ما بادہ — تا مست ازل شوی ز مرگ آزادہ

عیسیٰ آنست کو دلے زندہ کند — کاین زندہ تن برون است آزادہ

سحابی استرآبادی

گرچوں مہ و خور بنور باشی باشی ہمچوں بُت گر بہ بت تراشی باشی

موجود بحق باش و عدم خود را بیں تا آں روزے کہ ہم نباشی باشی

جامی

یارب ۔ دل پاک و جان آگاہم دہ آہ شب و گریۂ سحرگاہم دہ

در راہِ خود اول ز خودم بیخود کن آنگاہ بہ بیخودی بہ خود راہم دہ

جامی

اعیاں ہمہ شیشہ ہائے گوناگوں بود کافتاد براں پرتو خورشید وجود

ہر شیشہ کہ بود سرخ یا زرد و کبود خورشید دراں ہم بہماں رنگ نمود

جامی

همسایه و همنشین و همره همه اوست   در دلق گدای و اطلس شه همه اوست

در انجمن فرق و نهانخانه جمع   بالله همه اوست ثم بالله همه اوست

جامی

نه در مسجد گذارندم که رندی   نه در میخانه کاین خمار خام است

میان مسجد و میخانه راهے ست   غریبم عاشقم آن ره کدام است

جامی

چوں دلبر من ز پرده رو ننماید   کس نتواند که پرده زو بگشاید

گر جمله جهاں پرده شود باکے نیست   آنجا که پئے جلوه جمال آراید

جامی

در مذہبِ اہلِ کشف و اربابِ خرد ساریست احد در ہمہ افراد عدد
زیرا کہ عدد گرچہ برون ست ز حد ہم صورت و ہم مادہ اش ہست احد

جامی

معشوقہ یکیست لیکہ بنہادہ بہ پیش از بہر نظارہ صد ہزار آئینہ بیش
در ہر یک ازاں آئینہ ہا بنمودہ ہر قدر صقالت و صفا صورت خویش

جامی

اے دل طلب کمال در مدرسہ چند تکمیل اصول و حکمت و ہندسہ چند
ہر فکر کہ جز ذکر خدا وسوسہ است شرمے ز خدا بدار ایں وسوسہ چند

جامی

یک لحظه اگر دل حزینت بد بیند — آسودگی روی زمینت بد بیند

گر مهر خداست نقش بر خاتم دل — عالم همه در زیر نگینت بد بیند

جامی

تا یاد خدا در دل انسان باشد — اندیشه کیش ز نفس و شیطان باشد

خفاش نیارد که بر آید در روز — هر چند که آفتاب پنهان باشد

جامی

آن کعبه و آن سیر بیابان گل کیست — این بانگ جرس نیست صدای دل کیست

آن کعبه که خانهٔ خدا است کجاست — این کعبه که جلوه میکند منزل کیست

جامی

ای فضلِ تو دستگیرِ من دستم گیر — سیر آمدہ ام ز خویشتن دستم گیر

تا چند کنم توبہ و تا کے شکنم — ای توبہ دہِ توبہ شکن دستم گیر

جامی

چوں قدر بہ نیستی ست ہستی کم کن — ہستی بُتِ تست بت پرستی کم کن

از ہستی و نیستی چو فارغ گشتی — بیہوشِ شرابِ شوق و مستی کم کن

جامی

گر نیک نیم بنیک پرستم یارب — گر بادہ نیم ز بادہ مستم یارب

گر اہلِ مناجات نیم اینم بس — کز اہلِ خراباتِ تو ہستم یارب

نعمت اللہ کرمانی

دل مغز حقیقت است و تن پوست ببیں ۔ در کسوت روح صورت دوست ببیں

ہر ذرہ کہ او نشان ہستی دارد ۔ یا پرتو نور اوست یا اوست ببیں

نعمت اللہ کرمانی

اے آنکہ طلبگار جہان جانی ۔ جانی و دلی و بلکہ خود جانانی

مطلوب تو ئی طلب تو ئی طالب تو ۔ دریاب کہ خود ہر انچہ جوئی آنی

نعمت اللہ کرمانی

تا جامع اسرار الٰہی نشوی ۔ شائستہ تخت بادشاہی نشوی

تا غرقہ دریا نشوی ہمچو نما ۔ دانندہ حال ماکماہی نشوی

نعمت اللہ کرمانی

سازندہ اگرچہ ساز نیکو سازد — اما بے ساز ساز چوں بنوازد

من آئینہ ام کہ می نمایم اورا — او خالق من کہ او مرا می سازد

نعمت اللہ کرمانی

کو دل کہ بداند نفسے اسرارش — کو گوش کہ بشنود زمن گفتارش

معشوق جمال می نماید شب روز — کو دیدہ کہ تا برخورد از دیدارش

بو علی قلندر شرف

اے آنکہ ز نور تو دو عالم روشن — پنہاں تو بہ عالمی چو جاں اندر تن

تا منتظر جمال وحدت باشیم — پس پردہ کثرت اندر رخ خویش فگن

بوعلی قلندر شرف

نامد خبرے کہ از کجا ایم ما وز بہر چہ در حیات مائیم ما

چوں در تہ خاک می رویم آخر کار پس ما بسر خاک چرائیم ما

بوعلی قلندر شرف

یادش بہ دل کافر و دیندار یکیست چوں رشتہ کہ در سبحہ و زنار یکیست

گر چشم بصیرت تو بازست شرف در دیر و حرم جلوہ دیدار یکیست

مولانا جلال الدین رومی

رو دیدہ بدوز تا دلت دیدہ شود زاں دیدہ جہان دگرت دیدہ شود

گر تو ز پسند خویش بیروں آئی کارت ہمہ سر بسر پسندیدہ شود

مولانا جلال الدین رومی

عشق از ازل است تا ابد خواهد بود — جوئندۂ عشق بے عدد خواهد بود

فردا کہ قیامت آشکارا گردد — ہر دل کہ نہ عشق ست درو رد خواهد بود

مولانا جلال الدین رومی

بے روئے تو بلبلاں گلستاں چہ کنند — بے یاد تو عاشقاں بستاں چہ کنند

یک جرعہ شراب شوق در جام ریز — وانگاہ نظارہ کہ مستاں چہ کنند

مولانا جلال الدین رومی

رفتم بہ کلیسیا ترسا و یہود — ترسا و یہود جملہ را روئے تو بود

از شوق جمال تو بہ بت خانہ شدم — تسبیح بتاں زمزمۂ ذکر تو بود

مولانا جلال الدین رومی

ہجر تو اگر نہ آفتِ جاں بودے ــــ بے روئے تو زندہ بودن آساں بودے

زینگونہ جدائی کہ میانِ من و تست ــــ اے کاش میانِ ما و ہجراں بودے

مولانا جلال الدین رومی

چوں ہست رخ تست بت پرستی خوشتر ــــ چوں بادہ ز جام تست مستی خوشتر

از ہستی عشق تو چناں نیست شدم ــــ کاں نیستی از ہزار ہستی خوشتر

مولانا جلال الدین رومی

کامل نشوی بہ ہمنشین ناقص ــــ ناقص مانی تو از قرین ناقص

مستان شراب عشق گفتند ہمہ ــــ کفرے بکمال بہ ز دین ناقص

مولانا جلال الدین رومی

گرداں بہ ہوائے یار چوں گردونیم — ہیچوں داند کہ ما دریں غم چونیم

ماخیرہ کہ عاقلاں چرا ہشیارند — ایشاں حیراں کہ ما چرا مجنونیم

عمر خیام

ہر نقش کہ بر تختۂ ہستی پیداست — آں صورت آں کس ست کاں نقش آراست

دریائے کہن چو بر زند موجے نو — موجش خوانند و در حقیقت دریاست

عمر خیام

ساقی قدحے کہ ہست عالم ظلمات — جز رشحے تو نیست در جہاں آب حیات

از جان و جہاں ہر چہ در عالم ہست — مقصود توئی و بر محمد صلوات

عمر خیام

یک جرعۂ مے ز ملکِ کاوس بہ است ‏ ‏ وز تخت قباد و مملکت طوس بہ است

ہر نالہ کہ رندے بسحر گاہ زند ‏ ‏ از نالہ زاہداں سالوس بہ است

عمر خیام

قومے ز گزاف در غرور افتادند ‏ ‏ قومے ز پئے حور و قصور افتادند

معلوم شود چو پردہا بردارند ‏ ‏ کز کوی تو دور دور افتادند

عمر خیام

کس را پس پردۂ قضا راہ نشد ‏ ‏ وز سر خدا ہیچ کس آگاہ نشد

ہر کس بسر قیاس چیزے گفتند ‏ ‏ معلوم نگشت و قصہ کوتاہ نشد

عمر خیام

من بے مئے ناب زیستن نتوانم
بے جام کشیدہ بار تن نتوانم
من بندہ آں دمم کہ ساقی گوید
یک جام دگر بگیر و من نتوانم

عمر خیام

من بادہ خورم ولیک مستی نکنم
باللہ بقدح دراز دستی نکنم
دانی غرضم ز مے پرستی چہ بود
تا ہمچو تو خویشتن پرستی نکنم

عمر خیام

ما خرقہ زہد در سر خم کردیم
وز خاک خرابات تیمم کردیم
باشد کہ درون میکدہ ہا دریابیم
عمرے کہ درین مدرسہ ہا گم کردیم

عمر خیام

قومی متفکر اند در مذهب دین　　جمعی متحیر اند در شک و یقین

ناگاه منادیی برآمد ز کمین　　کای بیخبران راه نه آنست نه این

عمر خیام

پیری دیدم بخواب مستی خفته　　وز گرد شعور خانهٔ تن رُفته

می خورده و مست خفته و آشفته　　الله لطیف بعباده گفته

عمر خیام

مائیم به لطف تو تولّا کرده　　وز طاعت و معصیت تبرّا کرده

انجا ز عنایت تو باشد باشد　　ناکرده چو کرده کرده چون ناکرده

عمر خیام

اے دررہِ بندگیت یکساں کہ و مہ — در ہر دو جہاں خدمت درگاہ تو تہ

نکبت تو ستانی و سعادت تو دہی — یارب تو بہ فضلِ خویش بستاں و بدہ

عمر خیام

اے دل زغم جسم اگر پاک شوی — تو روح مجرّدی بر افلاک شوی

عرش است نشیمن تو شرمت بادا — کائی و مقیم خطۂ خاک شوی

نقی کمرہ

پرسیدم ازو چو باعث ہجراں را — گفتا سببے ہست، بگویم آں را

من چشم توام اگر نہ بینی چہ عجب — من جان توام کسے نہ بیند جاں را

سرمد

سرمد جیے مست جانش در دست کسے است تیرے ست دلے کمانش در دست کسے است

میخواست کہ آدم شدہ از دام جہد گاوے شد و ریسمانش در دست کسے است

سرمد

اے نسخہ ز ہستی خود ہمچو کتاب در جلد تو آیات الٰہی بہ حجاب

یعنے ز تو حق پدید و تو از اثرش آگاہ نہ ای چو شیشہ از بوئے گلاب

سرمد

مشہور شدی بہ دلربائی ہمہ جا بے مثل شدی در آشنائی ہمہ جا

من عاشق این طور تو ام می بینم خود را نہ نمائی و نمائی ہمہ جا

سرمد

نابود شدم بود نمیدانم چیست   اخگر شده ام دود نمیدانم چیست

دل دادم و جان دادم و ایمان دادم   سود است ـ دگر سود نمیدانم چیست

سرمد

سرمد که ز جام عشق مستش کردند   کردند سرافرازش و پستش کردند

میخواست خداپرستی و هشیاری   مستش کردند و بت پرستش کردند

سرمد

دنیا نکنم طلب که کمتر ز خس است   بی دولت دیدار تو دین هم قفس است

خواهانِ صالم و همین ست سخن   در خانه اگر کس است یک حرف بس است

سرمد

سرمد۔ تو حدیث کعبہ و دیر مکن در وادی شک چو گمرہاں سیر مکن
رو شیوۂ بندگی ز شیطاں آموز یک قبلہ گزیں و سجدہ بر غیر مکن

سرمد

اے خانہ خراب از خدا بے خبری اے موج سراب از خدا بے خبری
ایں ہستی موہوم تو نقش است برآب اے جوش حباب از خدا بے خبری

جعفر کاشی

چوں نوبت مستکشی بمنصور افتاد از بادۂ کہنہ در سرش شور افتاد
در گفتن راز عشق بیتابی کرد کم حوصلہ را شراب پرزور افتاد

جعفر کاشی

حاجی بره کعبه دگر رنجه مشو — در بادیه لبیک زناں ہرزه مدو
مستانه بمیخانه در آئیم شبے — یک ناله کش و ہزار لبیک شنو

میرزا ابوالحسن وحی

عرفان بخدا کسے ندارد بخدا — نه جاہل ازاو باخبر نه دانا
در دیدهٔ مور کے در آید گردوں — در حوصلهٔ قطره نگنجد دریا

علی خریں

جمعیت خویش را پریشاں کردیم — دل بر سر چشم تیره ویراں کردیم
از کعبه تمام عمر و زدیدم خشت — تعمیر کلیسائے گبراں کردیم

علی حزیں

یارائے زباں کو کہ ثنائے تو کنیم　　توصیف کمال کبریائے تو کنیم

چیزے بہ بساط ما تہیدستان نیست　　جانے کہ تو دادۂ فدائے تو کنیم

علی حزیں

غفلت زدہ ام خاطر آگاہم دہ　　افسردہ دلم آہ سحرگاہم دہ

حیرتیست کہ روانہ دو جہاں تا قدمم　　اے قبلۂ مقبلاں بخود راہم دہ

حکیم سنائی

ہر ذرہ کہ بر زمینے بود است　　خورشید رخ زہرہ جبینے بود است

گرد رخ از آستین بآزرم فشاں　　کاں ہم رخ خوب نازنینے بود است

حکیم سنائی

کو راہ روی کہ رہ نوردش گویم　　یا سوختۂ کہ اہل دردش گویم
ہر کس کہ میانِ شغلِ دنیا نفسے　　با او باشد ہزار مردش گویم

مومن یزدی

خواہم دلے از تنگ تمنا رستہ　　جانے ز تعلقات دنیا رستہ
بر تخت جم و کلاہِ کے خندہ زند　　رندِ سر و پا برہنۂ وارستہ

ابو علی سینا بلخی

اے کاش بدانمے کہ من کیستمے　　سرگشتہ بعالم ز پئے چیستمے
گر مقبلم آسودہ و خوش زیستمے　　ورنہ بہزار دیدہ بگریستمے

یقینی لاہیجی

در مذہب ما سبحہ و زنار یکیست بت خانہ و کعبہ مست و ہشیار یکیست
گر ہمچو یقینی ز خودی باز رہی دانی کہ دریں چمن گل و خار یکیست

نصیر الدین طوسی

موجود بحق واحد اول باشد باقی ہمہ موہوم و مخیّل باشد
ہر چیز جز او کہ آید اندر نظرت نقش دومین چشم احول باشد

رضی آرتیمانی

شوخی کہ تمام پائے بستم اورا بے منت جام و بادہ مستم اورا
گفتا مپرست بہ غیر از من کس غیر از تو کسے کو کہ پرستم اورا

عرفی شیرازی

عرفی گلہ سر مکن کہ جائے گلہ نیست
توفیق رفیق ہر تنک حوصلہ نیست

ہر چاہ کہ ہست یوسفے در تہ نیست
صاحب نظر لیک بہر قافلہ نیست

عرفی شیرازی

آنانکہ غم تو بر گزیدند ہمہ
در کوی شہادت آرمیدند ہمہ

در معرکۂ دو کون فتح از عشق است
با آنکہ سپاہ او شہیدند ہمہ

محمد امین خادم استرآبادی

ذاتِ واحد کہ ہست یکتا و وحید
از فرطِ ظہور خویش پنہاں گردید

از غایت نزدیک شدن پنہاں است
از چشم تو آں چیز کہ نتوانی دید

ہمت اردبیلی

در عالمِ ایجاد اگر خوارِ توام   بیقدر متاعم و بہ بازارِ توام

مخلوقِ توام اگرچہ طاعت نکنم   در کارِ تو نیستم ولے کارِ توام

شاہ بدخشی

یارے کہ ترا خود رہ ماند دگرست   کاریکہ ز تو ہیچ بماند دگرست

ما منکرِ راہِ مسجد و کعبہ نہ ایم   راہیکہ بہ مقصود رساند دگرست

شاہ بدخشی

آخر یابد ہر کہ ز عشقش جوید   تخمے کہ بجا فتاد آخر روید

گویند کہ ہر کہ یافت حرفے نہ زند   نے نے غلط است ہر کہ یابد گوید

شفیع خراسانی

دُردی کش بادۂ محبت مائیم — پیمانہ گسار بزم الفت مائیم
آئینۂ ہفتاد و دو ملت مائیم — باہمہ معنی تو وصورت مائیم

مغربی

من مست و خراب مے پرست آمدہ ام — مدہوش نہ بادۂ الست آمدہ ام
ہاں ظن نبری کہ باز گردم ہشیار — ہم مست روم ازاں کہ مست آمدہ ام

فخر رازی

ہرگز دل من زعلم محروم نشد — کم ماند ز اسرار کہ مفہوم نشد
ہفتاد و دو سال فکر کردم شب و روز — معلوم شد کہ ہیچ معلوم نشد

ابوالحسن خرقانی

اسرار ازل را نہ تو دانی و نہ من ۔۔۔ ویں حرف معما نہ تو خوانی و نہ من

ہست از پس پردہ گفتگوئے من و تو ۔۔۔ گر پردہ برافتد نہ تو مانی و نہ من

ابوالفرج رونی

تا یک نفس از حیات باقیست مرا ۔۔۔ در سر ہوس شراب و ساقیست مرا

کاریکہ من اختیار کردم ایں بود ۔۔۔ باقی ہمہ کار اتفاقیست مرا

شہاب الدین مقتول

ہاں تا سر رشتۂ خرد گم نہ کنی ۔۔۔ خود را ز برائے نیک و بد گم نہ کنی

رہ رو توئی و راہ توئی منزل تو ۔۔۔ ہشدار کہ راہ خود بخود گم نہ کنی

سدید الدین اعور کرماج

قلب تو ز نورِ معرفت اعور چراست　　بینی تو بر روئے تو چوں کور چراست

ابلیس اگر نیستی اے مردک زشت　　پس راست بگو چشمِ چپت کور چراست

خواجہ معین الدین چشتی

سیل را نعرہ از آن است کہ از بحر جداست　　وانکہ با بحر در آمیختہ خاموش آمد

نکتہا دوش لبم گفت و شنید از لب یار　　کہ نہ ہرگز بزبان رفت و نہ در گوش آمد

میر مخدوم

آنکس کہ جز او نیست بہ عالم موجود　　قیوم وجود است و ہم از اصل وجود

در ہر اسمے اگرچہ خود را بنمود　　از اسم کجا شود مسمیٰ معدود

سیری غزنوی

سیری به حریم جان و دل منزل کن — قطع نظر از صورت آب و گل کن

جز معرفت اله هیچ است همه — بگذر ز همه معرفتی حاصل کن

حکیم نظام الدین علی کاشانی

جانی که بود قابل انوار کجاست — وان دل که بود محرم اسرار کجاست

گیرم که ز رخ پرده گشاید معشوق — چشمی که توان دید رخ یار کجاست

ملا حیاتی گیلانی

صوفی گوید که دوست در خانهٔ ماست — زاهد گوید که در دم و دانهٔ ماست

ساقی گوید به جام و پیمانهٔ ماست — عاشق گوید به کوی جانانهٔ ماست

قاسم

آں عقل کجا کہ در کمال تو رسد آں روح کجا کہ در جلال تو رسد
گیرم کہ تو پردہ برگرفتی ز جمال آں دیدہ کجا کہ در جمال تو رسد

اشرف

اے آنکہ جمال تو بہ عالم مشہود انوار وجود تو بہ ہر شے موجود
ہر نقش کہ بر صفحۂ ہستی بینم نظارۂ رخسار تو باشد مقصود

عاقل

تا نزہت یکرنگیٔ اشیا کردیم از شیشۂ بے سنگ پیدا کردیم
یک جلوہ بہ ہر ذرہ تجلی وارد آئینہ شکستیم و تماشا کردیم

غربتی

غربتی گر روی به شهر و دیار — روئے در مسجد مصفّا کن
دوست را گر نمیتوانی دید — خانۂ دوست را تماشا کن

غربتی

این هستی من ز آتش خاک است — وز آتش و آب انجم و افلاک است
چون مرگ کند ز هم جدا پاره مرا — کاین هیئت من کند وجود پاک است

خان زمان علی قلی خان سلطان

عیسیٰ نفسے که دارو حیرانم کرد — چون طرۂ خویشتن پریشانم کرد
از کفر سر زلف خودم کافر ساخت — واز مصحف روی خود مسلمانم کرد

ظہوری

زاہد بحریم کعبہ جا میخواہد راہب صنم و کلیسا میخواہد
غمناک طرب، خستہ شفا میخواہد خوش حال دل آنکہ ترا میخواہد

ظہوری

یارب نظرے کہ چشم جاں باز کنم یارب جگرے کہ رزم خود ساز کنم
یارب عشقے کہ شور در ملک نہم یارب حسنے کہ بر جہاں ناز کنم

ظہوری

یارب مددے کہ نفس را پست کنم وز بادۂ عشق عقل را مست کنم
ہم بیخودیے کہ از تو آگاہ شوم ہم نیستیے کہ خویش را ہست کنم

ظہوری

ای کاهش زاهدان ز قهاری تو   وی نازش عاصیان به غفاری تو

در پرده ازین نیم که رسوائی ما   دستی زده در دامن ستاری تو

حکیم رکنائی کاشی

روزیکه تنم زین ده ویرانه برند   تابوت مرا عاقل و دیوانه برند

این نقل محال است که یاران ما   زین خانه به شگون بآتشخانه برند

نظیری نیشاپوری

تو هیچ بدی که جسم و جانت دادند   بر کسب و عمل تاب و توانت دادند

از داده و ناداده شکایت چه کنی   کان چیز که هست رایگانت دادند

عبد الباقی نہاوندی

کو منصور و انا الحق و دار چہ شد　　کو ابراہیم و گلشن و نار چہ شد
از آمد و رفت عالم بے سر و بُن　　زنہار مپرس کاخر کار چہ شد؟

شیخ فخر الدین

اے در طلب تو عالمے در شر و شور　　نزدیک تو درویش و توانگر ہمہ عور
اے با ہمہ در حدیث و گوش ہمہ کر　　وے با ہمہ در حضور و چشم ہمہ کور

شیخ فخر الدین

حال من خستہ گدا می دانی　　ویں دردِ دل مرا دوا می دانی
با تو چہ کنم قصۂ دردِ دل خویش　　ناگفتہ چو جملہ حالِ ما می دانی

بہاء الدین آملی

آہنگ حجاز می نمودم من زار — کامد سحرے بگوشِ دل این گفتار

یارب بہ چہ روی جانب کعبہ رود — گبرے کہ ازو کلیسیا دارد عار

بہاء الدین آملی

مخمورم و در میکدہ جامی طلبم — میخانہ نشینم و خدا می طلبم

این طرفہ کہ با این ہمہ آلودگیم — تاثیر اجابت از دعا می طلبم

عبدالرزاق فیاض

دور از تو ام اے نگار خاکم بر سر — یعنی خورد روزگار خاکم بر سر

از شعلہ جدا چو اخگرم زفن ہنوز — خاکم بر سر ہزار خاکم بر سر

عبدالرزاق فیاض

هر چند که رفته ایم و امی گردیم — با راهِ صواب از خطا می گردیم
معشوقه کجا و ما کجا می گردیم — او در دلِ ما و در طلبش کوی بکوی

مرشد یزدجردی

شاید شویم دل از آلایشِ غیر — گفتم ز درت به کعبه آرم رخِ سیر
خواهی در کعبه کوب و خواهی درِ دیر — گفتا که چو محروم شدی از درِ ما

محمد جان قدسی

افروخت ز دار بهر منصور آتش — آں نور که زد در شجر طور آتش
هرگز نه شود به پنبه مستور آتش — رسوای حلاج نه دارد حیرت

محمد جان قدسی

وصلِ تو بکام غیر دیدن مشکل   وز دیدنِ تو طمع بریدن مشکل
گفتی کہ بمیر تا بہ وصلم برسی   مردن آسان ولے رسیدن مشکل

محمد جان قدسی

اے جانِ جہاں جہانِ جانِ ہمہ   یارِ ہمہ و مہربانِ ہمہ
عشاق بہ ہر کنارہ می جویندت   با آنکہ ہمیشہ درمیانِ ہمہ

نجم الدین دایہ رازی

شمعے ست رخِ خوب تو پروانہ منم   دل خویش غمِ تو گشت بیگانہ منم
زنجیر سرِ زلف تو در گردنِ تست   در گردنِ بندہ نہ کہ دیوانہ منم

نجم الدین رازی

ایدل تو بایں مفلسی و رسوائی انصاف بده که عشق را کے شائی

عشق آتش تیز ست و ترا آبے نه خاکت بر سر که بادمی پیمائی

راہب

خواہم که شراب بے غمے نوش کنم با دختر رز دست در آغوش کنم

طبعم به نشاط سخت مائل شده است ترسم که غم ترا فراموش کنم

زین خاں کوکہ

در ہجر من اضطراب کارے دارم با نالہ و آہ روزگارے دارم

غم بر سر غم ز غمگسارے دارم بایں ہمہ غم خوشم که یارے دارم

سید حسن غزنوی

کے بود کہ قدم ازیں جہاں برگیرم — چون عیسیٰ راہِ آسماں برگیرم

وین دستِ دل از دامنِ غم باز کنم — وین بارِ تن از گردنِ جاں برگیرم

ظہیر الدین شفروہ

خاکِ درِ تو چو سرمہ در دیدہ برم — وانگہ بنظر پردۂ گردوں بدرم

تو با من ز چشمے کہ در من نگری — من با تو زہر دوئے کہ در تو نگرم

بابا فغانی شیرازی

یارب بہ بہشتے کہ آبِ حسرت نخورم — وز جامِ ہوا شرابِ غفلت نخورم

از نعمتِ معرفت غنی ساز مرا — تا نانِ خساں بہ زہرِ منت نخورم

باقر مشہدی

آشفتہ چو زلفِ عنبر افشانِ توام　افتادہ چو کاکل پریشانِ توام
گفتی کہ مرا بہ دردمندان نظریست　من نیز یکے ز دردمندانِ توام

مرزا عرب ناصح تبریزی

از عشق رسید کار ہر کس بہ نظام　بے عاشق عشق ست ہوسہا ہمہ خام
در دل عشقت بہ کہ بُود در سر عقل　در خانہ چراغ بہ کہ مہتاب بہ بام

میر سنجر کاشی

بگذشت بہاران و شرابے نہ زدیم　در سایۂ گل یک مژہ خوابے نہ زدیم
یار آمد و جلوہ کرد و ما بے خبراں　بر دیدۂ بخت مشت آبے نہ زدیم

شیخ اوحدالدین مراغی

اے جاں بموافقت سراندازی کن — اے دل تو درین واقعہ دمسازی کن
اے صبر تو تاب غم نداری بگریز — اے عقل تو کودکی برو بازی کن

اوجی نظیری

بالا تر از آنی کہ بگویم چوں کن — خواہی جگرم بسوز و خواہی خوں کن
من صورتم از خویش ندارم خبرے — نقاش توئی عیب مرا بیروں کن

امیر مغیث محوی

اے موسیٔ جاں از نہانی بشنو — از ناسخئے بہ بیزبانے بشنو
بر طور مرو کہ لن ترانی شنوی — باز آ بہ خرابات و ترانے بشنو

رفیعی

زاہد نکند گنہ کہ قہاری تو | ما غرق گناہیم کہ غفاری تو
او قہارت بخواند و من غفارت | یارب بہ کدام نام خوش داری تو

شیخ روزبہان صوفی

دل داغ تو دارد ارنہ بفروختمی | در دیدہ توئی وگرنہ بر دوختمی
جان منزل تست ورنہ روزے صد بار | در پیش تو چوں سپند در سوختمی

شیخ اوری

در کوئے فنا اگر درے یافتمے | با خود بہ عدم رہگذرے یافتمے
بگریختمے ہزار منزل ز وجود | گر سوی عدم راہبرے یافتمے

کمال الدین اسمعیل

در بند جهان مباش و آزاد بزی وز باده خراب گرد و آباد بزی

تا زنده از مرگ نباشی ایمن یکبار بمیر تا ابد شاد بزی

میرزا عبدالقادر بیدل

دریا نکشی اگر نهنگی نکنی بر کوه نتازی ار پلنگی نکنی

یک قطره تست قلزم کون و مکان ای حوصله خیال تنگی نکنی

میرزا عبدالقادر بیدل

بیدل عمریست کز طلب دربدرم در معنی تحقیق جهان بی خبرم

صد پرده شگافتیم و چیزی نگشود اکنون برخیز تا گریبان بدرم

فردی اردبیلی

در عشق دلا چه بیقرارم سازی
حسرت کش درد انتظارم سازی
تو حوصلۂ غمش نه داری ترسم
بر درگہ دوست شرمسارم سازی

طالب آملی

ما بادہ ز دست در جوانی بدہیم
یک جرعہ بملک جاودانی بدہیم
زاں مے کہ خمارش چو خمار اجل است
یک قطرہ بآب زندگانی بدہیم

طالب آملی

دل بے رخ تو دامن پر خون بیند
گل چوں بنود سرشک گلگون بیند
از دیدۂ خویش گرفتادم عجب
چشمے کہ ترا دید مرا چوں بیند

طالب آملی

کو دست کز قفل استخوان بگشایم　　وز هر بن مو آه و فغان بگشایم

در هم شکنیم تار و پود تن را　　وین رشته ز پای مرغ جان بگشایم

طالب آملی

ماییم که جام عیش بر لب داریم　　خون در دل صد هزار مطلب داریم

بر تافته از صومعهٔ مذهب روی　　سر در سر میخانهٔ مشرب داریم

طالب آملی

ما بلبل مست نغمه پرداز غمیم　　بر شاخ فغان نشسته دمساز غمیم

هرگز دل ما صفیر عیشی نزدست　　ما سینه خراشیدهٔ آواز غمیم

میر غلام علی آزاد بلگرامی

ای بحر چرا حباب را بند کنی — بر صنعت خویشتن شکر خند کنی
دعوای نفخت فیہ من روح زنی — این شیشہ گری بگو کہ تا چند کنی

میر غلام علی آزاد بلگرامی

اللہ برون ز عالم ایجاد است — اما پیدا بہ جملۂ افراد است
شک نیست کہ واحد بود از اعداد — لکن موجود در ہمہ اعداد است

غلام قادر گرامی پنجابی

سر جلوۂ ذوق رمز ہستی ما ئیم — سر خط کتاب عشق و مستی ما ئیم
سر بر خط باطل چہ نہیم اے غافل — مجموعۂ درس حق پرستی ما ئیم

غالب دہلوی

یارب به جهانیان دلِ خرّم ده	در دعوی جنت آشتی باهم ده

شدّاد پسر نداشت باغش از تست	آن مسکنِ آدم به بنی آدم ده

غالب

چنگی که ز زخمه زخم بر چنگ زند	پیداست که از بهر چه آهنگ زند

در پرده ناخوشی خوشی پنهانست	گازر نه ز خشم جامه بر سنگ زند

غالب

قانع نیم ار بهشت بجرم بخشند	از بخشش خاص تا چه بجرم بخشند

امید که صرف رونمائی تو شود	جانے که بروز رستخیزم بخشند

غالب

اوراست اگر ہزار جہنم بخشند اوراست اگر بہشت نیزم بخشند

بردوست فدا کنم بصد گونہ نشاط جانے کہ بروز رستخیزم بخشند

زائرؔ

درداکہ غم زمانہ بس جانکاہ است اول قدمش بسوی دوزخ راہ است

فارغ بہ نشیں و غم مخور شاد بزی ایں معنی لا الہ الا اللہ است

واقفؔ دہلوی

نے خوب مرا قبول اور نے زشت نے در حرم راہ نہ رویم بہ کنشت

یارب بہ کجا روم بفرمائے کہ من نے درخور دوزخم نہ شایان بہشت

واقف دہلوی

در دیدہ دیدہ دیدہ می باید
واز ہر دو جہاں بریدہ می باید

تو دیدہ نہ داری کہ بہ بینی اورا
عالم ہمہ اوست دیدہ می باید

واقف دہلوی

در مجلس دوست زہر و پیمانہ یکیست
آہ سحر و نالہ مستانہ یکیست

در مسجد و دیر حق پرستی غرض است
گر خانہ دو تاست صاحب خانہ یکیست

نساخ

نے تخت نہ من تاج شہاں میخواہم
نے خاتم و نے مہر نشاں میخواہم

مہر تو بدل زماں زماں میخواہم
درد و غم تو جہاں جہاں میخواہم

بینوا دہلوی

درصورتِ قطرہ سربسر دریائیم — تو ذرہ مبیں مہر جہاں آرائیم

گویند کہ کنہ ذاتِ حق نتوان یافت — ما یافتہ ایم اینکہ کنہش مائیم

شیخ نظام احمد صانع بلگرامی

بگذار کہ من گزیدہ ام ملت عشق — عشق است رسولِ من من امتِ عشق

برتافت ز دیر و کعبہ روی دلِ من — زین پس من و آستانہ حضرت عشق

سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

تا چند بہ کوہسار و دریا بینی — تا چند فضای باغ و صحرا بینی

تا زینۂ وحدت الوجود ار بری — در خود ہمہ و در ہمہ خود را بینی

درد

گر باد نسیم مست بوئے تو گذشت   در فصل بہار محو روئے تو گذشت

یا رب چہ قدر بہ خلق نزدیک تری   ہر کس کہ ز خود گذشت سوئے تو گذشت

درد

زو شعلہ چو حسن افروزش خواند   گل کرد چو ناز عشق سوزش خواند

خلق ست عبارت از ظہور خالق   خورشید چو جلوہ کرد روزش خواند

درد

ما را نبود گزیر ازاں کو کہ توئی   تو ہر سو و کس نرفتہ آں سو کہ توئی

گو آئینہ وجہ تو باشد ہمہ خلق   نتواں دیدن ترا ازاں رو کہ توئی

درد

اے آنکہ بخواب صد تماشا دیدی   باغ و چمن و بہار گلہا دیدی
نیرنگیٔ عالم مثالت گل کرد   پنہاں بتو بود آنکہ پیدا دیدی

درد

خواہی کہ ہمہ راز الٰہی فہمی   چیزیکہ بروں ز فہم خواہی فہمی
اے بیخبر از خویش چہ امکان دارد   اسرار الٰہی تو کماہی فہمی

درد

چوں آئینہ باید کہ مصفا باشی   تا مظہر نور حق تعالٰی باشی
اے درد اگر قرب خدا می خواہی   دور از خود و نزدیک بہا باشی

درد

ای درد دلی که راز حق را فهمید　　هر بحث همان محبت مولیٰ فهمید

عارف آنست آنچه عارف دانست　　ملّا فهمید آنچه ملّا فهمید

درد

فرمود شبی حضرت حی قیوم　　در گوش دلم که ای طلسم موهوم

هشدار که در عالم کثرت هرگز　　تا من هستم تو هم نگردی معدوم

درد

ما صاف دلان تابِ یک مو نداریم　　نی بحث با کسی نه گفتگوی داریم

جز جلوهٔ او ز ما نباید طلبید　　ما آینه‌ایم و عکس روی داریم

درد

یک عمر ز دور می شنیدم او را / در بر بخیال می کشیدم او را

اکنون که چو آئنه رسیدم پیشش / خود را او دید و من ندیدم او را

درد

گر زنده ام آلوده با فکار تنم / ور مرده همان بهشت و دوزخ وطنم

یارب تو بگو بذات پاکت سوگند / کز دوش چگونه بار هستی فگنم

درد

اے درد میر آنچه در وجود ست اینجا / تنبیت حکم او نمود ست اینجا

گردون پشتی که خم شد از بهر رکوع / خورشید سری که در سجود ست اینجا

درد

در بزم جہاں کہ وہم ہست ست آئین | از آمد و رفت خلق فارغ بہ نشین
چوں آئینہ ہر کہ پیش آید اے درد | اورا تو باو نما و خود ہیچ مبیں

مرزا مهدی خاں کوکب

در چشم بصیرت ہمہ نور تو بود | ہر ذرہ نشانے از ظہور تو بود
کس ہیچ چکنم کہ ہست بے سودائت | با دل کہ ہمی تہی ز شور تو بود

درد

اے درد چرا بکنج باغش جوئی | در بہر چہ درمیان راغش جوئی
من در رہ او فتادہ چوں نقش قدم | از من جوئی اگر سراغش جوئی

درد

اے کردہ تلف عمر گرانمایہ خویش   در صحبت ہر مرد فقیر و درویش
از عالم غیب آنچہ خواہی در تست   اے مخزن اسرار الہی اندیش

درد

ہر جا ز نے و چنگ صدا می شنویم   آہنگ ترا نام خدا می شنویم
گر چشم کشائیم تو منظری   در گوش نہیم ہم ترا می شنویم

درد

در بحر تو اے حباب گم خواہی شد   در باد تو ای سحاب گم خواہی شد
اندک اے ذرہ سعی دیگر کآخر   در پرتو آفتاب گم خواہی شد

درد

ہر گوشہ فضائے صد بیاباں دارد — ہر غنچہ بہشت خود گلستاں دارد
گر عقدۂ خاطرت کشاید بینی — ہر قطرہ بجیب خویش طوفاں دارد

درد

عمریست کہ وابستۂ تار نفسم — یعنی بہ شکنجۂ ہوا و ہوسم
معلوم نشد مرا ز فہم ناقص — یا رب ز کجایم بہ کجایم چہ کسم

درد

ہر چند کدورت و صفا را یابی — لیکن نتواں کہ خدا را یابی
گر سیر طبیعی و الٰہی فہمے — ممکن نبود اینکہ خدا را یابی

درد

اے آنکه تو هر زشت نکو را یابی   حیف ست نه آں جلوهٔ رو را یابی
آئینه به برداری و معلوم تو نیست   دل را دریاب تا که او را یابی

درد

دریا چو فرو رفت بخود شد گرداب   وقتیکه گشود چشم گردید حباب
ایں موج ظهور ست وگرنه اے دردؔ   گرداب و حباب و موج باشد همه آب

درد

میناست اگر سر نیاز ست اینجا   جام ست اگر دیدهٔ باز ست اینجا
ایں محفل درد جای بدمستی نیست   هشدار که بزم امتیاز ست اینجا

درد

زد جوش جنون عشق ز میخانۂ ما جا کردہ بدل صورت جانانۂ ما

در دیدہ تصورش ز دل می آید از شیشہ پری چکد بہ پیمانۂ ما

درد

ہستی و عدم خراب میخانہ اوست امکان و وجوب مست پیمانہ اوست

چشم دل تو اگر حقیقت بین است ہر ذرہ خلق روزن خانہ اوست

درد

اے درد نفسی تو زبان شعلہ آگہ نہ از راز نہان شعلہ

یعنی کہ خسے نسوخت او بلکہ بعکس آتش افگند خس بجان شعلہ

درد

برخاست غبارم چو ازینجا ناگاہ   ہر سو جرس آہنگ شدہ نالہ و آہ

در فکر سراغ آں بصحرائے عدم   صد قافلہ ریگ رواں گشت تباہ

درد

اے درد اگر محرم راز قدمے   با شادی و غم عبث چرا متہمے

اے ہیچ ترا بایں خیالات چہ کار   جائے کہ وجود ہست تو انجا عدمے

درد

اے درد اگر عارف صاحب رازے   با دید فنا مدام باید سازے

در چشم تو ہر چہ رنگ صورت گیرد   چوں آئینہ جملہ را در آب اندازے

درد

دراصل چو خلق غفلت آثار شدی   آگہ نشدی اگرچہ ہشیار شدی
تا حال ہمان غافلے ایدرد چہ شد   درخواب اگر ز خواب بیدار شدی

درد

گاہے ہشیار و گہ بہ پست شدی   گاہے کم زور و گہ زبردست شدی
چون ہستی بے بود تو جز وہمی نیست   ای ہیچ عبث تو اینہمہ ہست شدی

درد

ای سادہ دل این نقش پذیری تاکی   بر روی بساط جای گیری تاکی
چون آخر کار مات خواہی گردید   بس بازی شاہے و وزیری تاکی

درد

گل کردم و راز من نفہمید کسے — آگاه ز جلوه ام نہ گردید کسے

ظاہر شدم و ہمان نہفتہ ماندم — ہمچوں سخنے کہ در و نشنید کسے

ڈاکٹر سر محمد اقبال

بہ یزداں روز محشر برہمن گفت — فروغ زندگی تاب شرر بود

ولیکن گر نرنجی با تو گویم — صنم از آدمی پائندہ تر بود

ڈاکٹر سر محمد اقبال

شنیدم در عدم پروانہ می گفت — دمے از زندگی تاب و تبم بخش

پریشاں کن سحر خاکسترم را — ولیکن سوز و ساز یک شبم بخش

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سکندر با خضر خوش نکتۂ گفت — شریکِ سوز و سازِ بحر و بر شو

تو این جنگ از کنارِ عرصہ بینی — بمیر اندر نبرد و زندہ تر شو

ڈاکٹر سر محمد اقبال

چو ذوقِ نغمہ ام در جلوت آرد — قیامت انگنم در محفلِ خویش

چو می خواہم دمے خلوت بگیرم — جہاں را گم کنم اندر دلِ خویش

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سفالم را مے او جامِ جم کرد — درونِ قطرہ ام پوشیدہ یم کرد

خرد اندر سرم بت خانہ ریخت — خلیلِ عشق دیرم را حرم کرد

نعت و منقبت

علی حزیں

پیغام خدا نخست آدم آورد — انجام بشارت ابن مریم آورد
با جملہ رسل نامہ بے خاتم بود — احمد بر نامہ و خاتم آورد

میر غلام علی آزاد بلگرامی

سلطان رسل شمع شبستان یقیں — پروانۂ او چراغ ماہ و پرویں
نخل قد او درین چمن سایہ فگند — بر فرق جہانیان بر روی زمیں

میر غلام علی آزاد بلگرامی

اے آنکہ شہان توانگر از مایۂ تو
وز جملہ بلند آخریں پایۂ تو

بر پشت صحیفۂ نبوت ایزد
خاتم زدہ از سیاہی سایۂ تو

میر غلام علی آزاد بلگرامی

ہر چند نہ برگ نہ نوائے دارم
در زاویۂ خمول جائے دارم

اما ز محبت رسول الثقلین
در سینہ بہشت دلکشائے دارم

میر غلام علی آزاد بلگرامی

از معجزہ ات چو یافت نام آغاز
کز نطق تو جز مسیح نبود ہمراز

ہر روز دو رکعت بخورشید زند
پہلوی انا الشمس زہے اعجاز

میر غلام علی آزاد بلگرامی

از روز ازل تاج رسالت برسر — ہم تا بہ ابد خلعت صفوت دربر

ماکانَ محمدٌ بہ بشارت آمد — بیروں بود ایں مراتب از شانِ بشر

میر غلام علی آزاد بلگرامی

اے سرورِ انبیا و سالارِ ملک — ذاتِ تو بود منشاءِ ایجادِ فلک

حق جلوہ نمود در لباسِ تو بخلق — بے میم تو احمدم نسائی للاشک

میر غلام علی آزاد بلگرامی

تحقیق نمودم ز الف تا یا — نیست کہ تواں نمودن افشا

ہر حرف تہجی ست طومار رموز — در وصف تو اے ابجد آں طاہا

یوسف بلگرامی

گر مہرِ رخِ تو جلوہ پیرا نشدی — یک ذرّہ ز کائنات پیدا نشدی

ور نقطۂ نورِ تو نہ گشتی مرکز — نہ دائرہ فلک ہویدا نشدی

یوسف بلگرامی

اے در چمنِ پیمبران تازہ گلے — در محفلِ ساکنانِ لاہوت ملے

یوسف نتواند کہ کند نعت ترا — آغازِ دو عالمے و ختمِ رسلے

ورد

اے بہرِ شفاعتِ دو عالم لائق — دارم ز جنابِ تو امیدِ واثق

بے شبہ ز خورشیدِ حقیقت بجہاں — تو مخبرِ صادقی چو صبحِ صادق

درد

خواہی کہ شود درود جہانت بہبود — در بندگی رسول باشی بہ سجود

گر فہم کنی وگرنہ فہمی بشتاب — حق ست ہماں ہر چہ پیمبر فرمود

شیخ غلام قادر گرامی پنجابی

خاور چکد از تبسم بایں تیرہ شبی — کوثر چکد از لبم بایں تشنہ لبی

ای دوست ادب کہ در حریم دل ماست — شاہنشہ انبیا رسول عربی

خسرو

از نور محمد ار تو داری اثری — کن از سر صدق بر شہادت نظری

اللہ و محمد ست پیوستہ بہم — اعمی کہ میان شان نگنجد دگری

حفظ اللہ خاں بن سعد اللہ خان وزیر

در انجمن دہر نخست آمدہ — زانگونہ کہ شایستہ تست آمدہ
اے ختم رسل اگرچہ در بزم وجود — دیر آمدہ ولے درست آمدہ

غالب دہلوی

شب چیست سویدائے دل اہل کمال — سرمایہ دہ حسن زلف و خط و خال
معراج نبی بشب ازاں بود کہ نیست — وقتے شایستہ تر ز شب بہر وصال

عارف

در خلوت خویش چوں ترا کرد طلب — فرقے ز تو ماندہ قاب قوسین عجب
ایں رتبہ بہ انبیا نباشد عارف — حق خاتم انبیا ازاں کرد لقب

عارف

نقش قدمِ تو افسرِ افلاک ست — نعت تو فزوں تر ز حدِ ادراک ست

کے لاف سخن بکُنہ ذاتِ تو رسد — چوں ذاتِ تو پاک ہمچو ذاتِ پاک ست

عارف

مخلوق نشد بشر دریں نیلی کاخ — بر کرسی و عرش تا کند دستِ فراخ

جائے ادبے کہ عقلِ کل محرم نیست — اُمی لقبا چہ خوش تو رفتی گستاخ

عارف

آراستہ گردد چو قیامت اصف — عالم شود از فسردگی جملہ تلف

واللہ بایں شگفتہ روی آندم — آئی چو گل و گلِ شفاعت برکف

عارف

بر دند بیا بوس تو فخر اہل زماں   محروم ہم اہل سماں نیست ازاں

خاک در تو سرمہ چشم عارف   اے احمد مجتبیٰ عمیم الاحساں

عارف

مکتوب بلوح دیدہ ام خطبۂ تو   زاں کعبہ شمردہ است دل عتبۂ تو

حق وعدہ نمود آنکہ شفاعت نکند   انجام پذیرفت بتو مرتبۂ تو

عارف

ذات تو بود در انبیا مستثنیٰ   اسماء ترا بود صفات حسنیٰ

مثل تو نخیزد نگر و نخیزید   اے خیر بشر خیر رسل خیر وری

عارف

اے احمد و حامد و وحید و محمود   بر خاک درے تو ہست عارف بسجود

آشفتۂ روزگار و انجام خود ست   بنواز او را بحق رب المعبود

شیخ غلام قادر گرامی پنجابی

رفتم زجہاں ولی ولی میگویم   بر دم ایماں جلی جلی میگویم

من حلقہ بگوش اہل بیتم ز ازل   جاں میدہم و علی علی میگویم

شیخ غلام قادر گرامی پنجابی

زود آمدہ ام اگرچہ دیر آمدہ ام   سر بر خط حضرت امیر آمدہ ام

در میکدۂ ساقی کوثر رفتم   پیمانہ کش خم غدیر آمدہ ام

شیخ غلام قادر گرامی پنجابی

حرفے ز علی بگو امیرم این است | پیدا و نهفته در ضمیرم این است
آن دست خدا است دستگیری بکند | دستم گیرد که دستگیرم این است

میر غلام علی آزاد بلگرامی

دوشینه بخواب حشر دیدم بر پا | دربان ارم ستاده در دست عصا
رفتم که اجازت طلبم گفت که | گفتم که غلام علی ام گفت بیا

میر غلام علی آزاد بلگرامی

در راه خدا است شیر یزدان علم | از حکمت آنجناب آید مددم
گر رفت فرو میان خم افلاطون | من رفتم و در غدیر خم غوطه زدم

میر غلام علی آزاد بلگرامی

حیدر کہ قنبر و پا بدوش شہ دیں　　در خاتم بے نظیر جا گردد نگیں

آں وقت جہانیاں ندا دردادند　　سبحان اللہ نہے مکان و چہ مکیں

میر غلام علی آزاد بلگرامی

آں شاہ کہ با رسول یکتا گردید　　بر دوش شریف جلوہ پیرا گردید

در گلشن دیں زبسکہ خورشید بہا　　نخل قد احمدی دو بالا گردید

میر غلام علی آزاد بلگرامی

از روز ازل فدائے نام علی ام　　در راہ عقیدت نقش گام علی ام

در حشر جواب خویش گویند ہمہ　　ایں ست جوابم کہ غلام علی ام

نعمت اللہ کرمانی

آں شاہ کہ او قسیم نار ست و جناں — در ملک و ملل صاحب سیف ست و سناں

ملکے و جہاں مسخر اوست بلے — ایں ابناں گرفت و آنرا بہ ناں

مولانا جلال الدین رومی

روزیکہ علی ز غیب آمد بہ شہود — از بہر علی خدا در کعبہ کشود

در بستہ بد او خانۂ خود بہ علی — یعنی کہ علی ست خانہ زاد معبود

مولانا جلال الدین رومی

رومی نشد از سر علی کس آگاہ — زیرا کہ نشد کس آگہ از سر الہ

یک ممکن و اینہمہ صفات واجب — لاحول ولا قوۃ الا باللہ

بو علی قلندر

اولادِ علی خلاصۂ ابرار اند
چوں والدِ خویش محرمِ اسرار اند

تحلیلِ موادِ فاسدِ کفر کنند
در منفعتِ مزاجِ دیں جدوار اند

شاپور

از مہرِ محبتِ علی ہستی ماست
گلچینیِ ایں بہار تر دستی ماست

دل ساغر و مہر ساقیِ کوثر مے
از میکدۂ غدیرِ خُم مستی ماست

خواجہ معین الدین چشتی

اے بعدِ نبی بر سرِ تو تاجِ نبی
اے دادِ شہانِ نصوِ لتِ باجِ نبی

آنی تو کہ معراجِ تو بالاتر شد
یک قامت احمدی ز معراجِ نبی

عارف

از حب تو مومن است در جنت آب — سوزد بسقر منکر تو روز حساب

از معجزه رسول شق قمر است — قلعه در خیبر ز تو ای فتح الباب

عارف

دی فکر مناقب علی رفتم دوش — این داد بگوش دلم آواز سروش

در منقبتش که هل اتی گفت خدا — عارف تو چه دانی و چه خوانی خاموش

عارف

تا چند ثناخوان شود عارف الا — در منقبتش که نیست مقدور اصلا

فرمود چو کشف شد حجاب کونین — آن عارف من عرف سلونی بلا

عارف

گر دید ترا چو دوش احمد پایه　　در کعبه شکستی بت سنگیں پایه
کرار بغیر قید فرار توئی　　چوں گفت نبی لاعطین الرایه

عارف

در منزل صبر ہمسر ایوبی　　در بیت حزن تو ہمدم یعقوبی
یونس نموده حق بشانت نازل　　در کسوت انسان شرف کروبی

عارف

روزیکه شوند اہل محشر محشور　　خورشید علم شود بفرق جمہور
خلقے که طلبند ز العطش چون بسمل　　سیراب کنی تو آن همه از جام طہور

عارف

خواہی کہ رسد نصرت و امداد علیؓ — رو در دل خود ثبت نما یاد علیؓ

آنست علی بفہم زیں رتبہ داد — شد آل نبی حصر در اولاد علیؓ

ابونصر فارابی معلم ثانی

تا بادۂ عشق در قدح ریختہ اند — واندر پے عشق عاشق انگیختہ اند

با جان روان بونصر مہر علی — چوں شیر و شکر بہم آمیختہ اند

نساخ

در گلشن اسلام بہار ست علیؓ — تابندہ خور نصف نہار ست علیؓ

او صور دل الٰہی و باب علم ست — نساخ خدیو ذوالفقار ست علیؓ

شرفِ انسان و صفتِ آفرینش

اثیرالدین اخسیکتی

گر طعمهٔ مور اژدهای سازی   گر از پرِ پشه همای سازی

در هم شکنی کاسهٔ صد کسری را   تا دستهٔ کوزهٔ گدای سازی

بابا افضل کوہی

یارب! چه خوش است بی دهن خندیدن   بی منّت دیده خلق عالم دیدن

بنشین و سفر کن که نهایت نیکو   بی زحمت پا گرد جهان گردیدن

بابا افضل کوہی

چنداں برو این رہ کہ دوئی برخیزد   گر ہست دوئی ز رہ روی برخیزد

تو او نشوی ولے اگر جہد کنی   جائے برسی کز تو توئی برخیزد

بابا افضل کوہی

بہ ہر کہ حسد بری امیر تو شود   وز ہر کہ فرو خوری اسیر تو شود

تا بتوانی تو دستگیری میکن   کان دست گرفتہ دستگیر تو شود

بابا افضل کوہی

از کبر مدار ہیچ در دل ہوسے   کز کبر بجائے نرسیدست کسے

چون زلف بتان شکستگی عادت کن   تا صید کنی ہزار دل در نفسے

ابوسعید مہنہ

آں وقت کہ ایں انجم و افلاک نبود ویں آب و ہوا و آتش و خاک نبود

اسرار یگانگی سبق می گفتم ویں قالب وایں نوا و ادراک نبود

ابوسعید مہنہ

کی حال فتادہ ہرزہ گردی داند بی درد کجا لذت دردی داند

نامرد بچیزے نخرد مرداں را مردے باید کہ قدر مردی داند

ابوسعید مہنہ

گر قرب خدا می طلبی دلجو باش اندر پس و پیش خلق نیکو گو باش

خواہی کہ چو صبح صادق القول شوی خورشید صفت با ہمہ کس یکرو باش

ابوسعید مهنه

معمورهٔ دل بعلم آراسته به   مطمورهٔ تن بکهنه پیراسته به
از هستی خود هر چه توان کاسته به   هر چند ز هر که هست ناخواسته به

عمر خیام

ما لعبتگانیم و فلک لعبت باز   از روی حقیقتی نه از روی مجاز
بازیچه همی کنیم بر نطع وجود   رفتیم بصندوق عدم یک یک باز

عمر خیام

احمد خوی که عالمی بندهٔ اوست   یوسف روی که ماه شرمندهٔ اوست
عیسی نفسی که جان و دل زندهٔ اوست   موسی لقبی که دوست خواهندهٔ اوست

عمر خیام

بیشی طلبی زهیچ کس پیش مباش — چون مرهم و موم باش و چون نیش مباش
خواهی که زهیچ کس بتو بد نرسد — بدگوی و بدآموز و بداندیش مباش

عمر خیام

صد سال در آتشم اگر مهل بود — آن آتش سوزنده مرا سهل بود
با مردم نااهل مبادم صحبت — کز مرگ بتر صحبت نااهل بود

عمر خیام

اندر ره حق تصرف آغاز مکن — چشم بد خود بعیب کس باز مکن
سرّ دل هر بنده خدا می داند — خود را تو درین میانه انباز مکن

عمر خیام

گر می نخوری طعنه مزن مستان را   گر توبه دهد توبه کنم یزدان را

تو فخر بدین کنی که من می نخورم   صد کار کنی که می غلام ست آن را

عمر خیام

می بر کف من نه که دلم در تاب است   وین عمر گریزپای چون سیماب است

برخیز که بیداری دولت خواب است   دریاب که آتش جوانی آب است

عمر خیام

نیکی و بدی که در نهاد بشر است   شادی و غمی که در قضا و قدر است

با چرخ مکن حواله کاندر ره عقل   چرخ از تو هزار بار بیچاره تر است

عمر خیام

جانم بفدای آنکه چون اهل بود — سر در قدمش اگر نهم سهل بود

خواهی که بدانی بیقین دوزخ را — دوزخ بجهان صحبت نااهل بود

عمر خیام

در دهر هر آنکه نیم نانی دارد — از بهر نشست آستانی دارد

نه خادم کس بود نه مخدوم کسی — گو شاد بزی که خوش جهانی دارد

عمر خیام

آورد باضطرابم اول بوجود — جز حیرتم از حیات چیزی نفزود

رفتیم باکراه ندانیم چه بود — زین آمدن بودن و رفتن مقصود

عمر خیام

یک نان بدو روز گر شود حاصل مرد — وز کوزۂ شکستہ دم آبی سرد

مامور کسے دگر چرا باید بود — یا خدمت چون خودی چرا باید کرد

عمر خیام

با مردم پاک باز و عاقل آمیز — وز نا اہلان ہزار فرسنگ گریز

گر زہر دہد ترا خردمند بنوش — ور نوش رسد ز دست نااہل بریز

عمر خیام

با نفس ہمیشہ در نبردم چہ کنم — وز کردہ خویشتن بدردم چہ کنم

گیرم کہ زمن درگذرانی بکرم — زیں شرم کہ دیدی کہ چہ کردم چہ کنم

عمر خیام

مقصود ز جملہ آفرینش مائیم — در چشم خرد جوہر بینش مائیم

این دائرہ جہاں چو انگشتری است — بے ہیچ شکے نقش نگینش مائیم

سحابی استرآبادی

جز عین تو نیست ہر چہ خوانی او را — در از نظر قبول رانی او را

تا کے گوئی این بد و آن نیک است — ہر کس کہ تو بینی چہ دانی او را

سحابی استرآبادی

در ہر کہ رسی نکو ببین کو نیکوست — کو ساختہ و خواستہ حضرت اوست

بر بے سر و سامانی من عیب مکن — شاید کہ مرا دوست چنین دارد دوست

سحابی استرآبادی

گه نور علا مقام بینم خود را ‌ ‌ ‌ گه ظل و گهی ظلام بینم خود را

چشمم ز فلک برون و شخصم در خاک ‌ ‌ ‌ یارب چه کنم کدام بینم خود را

سحابی استرآبادی

توحید به پیر که پرده راز گشود ‌ ‌ ‌ یک اسم و همه یکی دید و شنود

من می گفتم که حال خود می گویم ‌ ‌ ‌ چون وادیدم حال همه عالم او بود

سحابی استرآبادی

از خلق جهان و هستی فانی ما ‌ ‌ ‌ دانسته نشد به غیر نادانی ما

حیرانی ما بود مراد از همه چیز ‌ ‌ ‌ یارب چه مراد است ز حیرانی ما

سحابی استرآبادی

آئینہ صفت بہ دست او نیکوئی زیں سوئے نمودہ ولے زاں سوئی
او دیدہ تراکہ عین ہستی تو اوست زانش تو نہ دیدہ کہ عکس اوئی

سحابی استرآبادی

عالم ہمہ در دست دوا میخواہد از خوانِ کرم برگ و نوا میخواہد
کس بیحاجت نمی تواند بودن درویش غذا شہ اشتہا میخواہد

جامی

گر در دلِ تو گل گذرد گل باشی ور بلبل بے قرار بلبل باشی
تو جزوی و حق کل است اگر روزی چند اندیشہ کل پیشہ کنی کل باشی

جامی

ای بردہ گماں کہ صاحب تحقیقے   واندر صفت صدق و یقین صدیقے
ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد   گر حفظ مراتب نکنی زندیقے

خواجہ عبداللہ انصاری ہروی

عیب است بزرگ بر کشیدن خود را   وز جملۂ خلق برگزیدن خود را
از مردمک دیدہ بباید آموخت   دیدن ہمہ کس را و ندیدن خود را

خواجہ عبداللہ انصاری ہروی

شرط است کہ چوں مرد رہ درد شوی   خاکی تر و ناچیز تر از گرد شوی
ہر کو ز مراد کم شود مرد شود   بفگن الف مراد تا مرد شوی

خواجہ عبداللہ انصاری ہروی

دی آمدم و نیامد از من کارے — و امروز ز من گرم نشد بازارے

فردا بروم بیخبر از اسرارے — نا آمدہ بہ بودے ازین بسیارے

ابن یمین

کریم زادہ چو مفلس شود بدو پیوند — کہ شاخ میوہ دگر بار بارور گردد

لئیم زادہ چو منعم شود ازو بگریز — کہ مستراح چو پر گشت گندہ تر گردد

ابن یمین

با بدان کم نشین کہ صحبت بد — گرچہ پاکی ترا پلید کند

آفتابے بایں بزرگی را — لکۂ ابر ناپدید کند

ایضاً

بود چار چیز از کمال حماقت　　مکن هیچ یک ازینها تصور

به مفسد سخاوت به احمق محبت　　به نادان تواضع به دانا تکبر

ایضاً

نان و سرکه گر نهی پیش کسی　　لفظ خود شیرین کنی چون انگبین

به که حلوا و شکر پیش آوری　　وانگهی سرکه بمالی بر جبین

ایضاً

برای نعمت دنیا مکش مذلت خلق　　که نزد اهل خرد زین سبب خجل باشی

ز خون دیده غذا گر کنی ازان خوشتر　　که زیر منت احسان ناکسی باشی

جلال الدین محمد اکبر شاہ

از بارِ گنہ خمیدہ پشتم چہ کنم　　نی راہ بہ مسجد نہ کنشتم چہ کنم
نی در صف کافر نہ مسلماں جایم　　نی لایق دوزخ نہ بہشتم چہ کنم

عرفی شیرازی

تا از نظر افتادہ عالم نشوی　　الفت بکنی بہ خلق و ہمدم نشوی
ہر چیز کہ میشوی خریدارت ہست　　زنہار دریں زمانہ آدم نشوی

شیخ عماد فقیہ کرمانی

گر خدمت ہر تنے کنی جاں باشی　　در جان باشی در خور جاناں باشی
مہماں سرائے تو اگر باشد مور　　زاں بہ کہ تو مہمان سلیماں باشی

نصرت اللہ خان نثار

گیرم پسرا گر رستم و سام شدی — یا خسرو نیمروز یا شام شدی

نه زور بگور بستوان برد نه زر — افسوس که کیمیائے او هام شدی

میر مختوم

تا ظن نبری که من بخود موجودم — یا این ره خونخوار بخود پیمودم

این بود نبود من ز بود او بود — من خود کیم و کجا بدم کے بودم

میرزا ابو سعید اعلیٰ

هرکس که خدا شناس شد آزاد است — وز نیک و بد زمانه دایم شاد است

بر هستی خویش دل چه بندی چو حباب — بنیاد وجودت گرهی بر باد است

کاہی کابلی

آنرا کہ ہمیشہ لطفِ حق ہمراہ است — شاہیش چو گدائیست و گدا چون شاہ است

از صورت خلق معنی حق می بیند — آرے آدم بہ صورت اللہ است

غیرت ہمدانی

اے ہمنفساں! کہ دردناکیم ہمہ — در اصل زیک گوہر پاکیم ہمہ

غیرت! دلِ یک دگر چرا رنجانیم — تا چشم بہم زنیم خاکیم ہمہ

سرمد کاشی

آنکس کہ ترا تاج جہانبانی داد — ما را ہمہ اسباب پریشانی داد

پوشید لباس ہر کرا عیبے دید — بے عیباں را لباس عریانی داد

نجم الدین خوارزمی

زاں بادہ نخوردہ ام کہ ہشیار شوم — آں مست نبودہ ام کہ بیدار شوم

یک جام تجلی جمال تو بس است — تا از عدم و وجود بیزار شوم

نجم الدین خوارزمی

حاشا کہ دلم ز تو جدا خواہد شد — یا با کس دیگر آشنا خواہد شد

از مہر تو بگذرد کرا دارد دوست — وز کوے تو بگذرد کجا خواہد شد

نظیری نیشاپوری

تو ہیچ بدی کہ جسم و جانت دادند — ہر کسب و عمل تاب و توانت دادند

از دادہ و نادادہ شکایت چہ کنی — کاں چیز کہ ہست رائگانت دادند

عجم قلی بیگ ذو القدر

انساں کہ شریف تر ز مخلوقات است — در شان شریفش دو جہاں آیات است
در نیستی نیستیش ہستیہاست — چوں نفی شود نفی ہمہ اثبات است

بہائی آملی

یارب! تو مرا فرده وصلی برساں — برہانم ازیں فرع بہ اصلی برساں
تا چند ازیں فصل مکرر دیدن — بیروں ز چہار فصل فصلی برساں

بہائی آملی

ای دل قدمی در رہ حق ننہادی — شرمت بادا کہ سخت دور افتادی
صد بار عروس توبہ راستی عقد — نایافتہ کام از و طلاقش دادی

ہدایت طبرستانی

بحر یست وجود و ایں تعین ماہی — ما ماہی و بحر را بہ ماہمراہی
ہر چند کہ ماہی شدہ غرق اندر بحر — از بحر چہ گونہ باشدش آگاہی

فکری خراسانی

بر صفحۂ ہستی چو قلم می گذریم — حرف غم خود کردہ رقم می گذریم
زیں بحر پر آشوب کہ بے پایاں است — پیوستہ چو موج از پئے ہم می گذریم

رضی نیشاپوری

در جستن راز فلک دائرہ دار — بسیار بگشتیم بہ سر چوں پرکار
در کار شکست ایں تن چوں سوزن — دردا کہ نیافتیم سر رشتۂ کار

اشراق اصفہانی

چشمے دارم چو لعل شیرین ہمہ آب　　بختے دارم چو چشم خسرو ہمہ خواب
جسمے دارم چو جان مجنوں ہمہ درد　　جانے دارم چو زلف لیلی ہمہ تاب

سلمان ساوجی

اے ابر بہار خار پروردۂ تست　　اے خار درون غنچہ خوکردۂ تست
اے غنچہ عروس باغ در پردۂ تست　　اے باد صبا اینہمہ آوردۂ تست

ہمایون بادشاہ

ایزد کہ فلک بقبضۂ قدرت اوست　　وادست ترا دو چیز کان ہر دو نکوست
ہم سیرت آنکہ دوست داری کس را　　ہم صورت آنکہ کس ترا دارد دوست

یوسف عادل شاہ

آنکس کہ علم بہ نیک نامی افراشت
در مزرع دہر تخم نیکوئی کاشت

نیکو نامان زندہ جاویدانند
مرد آنکہ بمرد و نام نیکو نگذاشت

امامی خلخالی

با خلق خدا سخن بہ شیرینی کن
اظہار نیاز و عجز و مسکینی کن

تا بر سر دیدہ جا دہندت مردم
چون مردم دیدہ ترک خود بینی کن

زائر

اے مولوی مدرسہ گفت و شنید
فکر تو بہ مشکلات ہر علم رسید

چشم تو گرفتار سپید ست و سیاہ
میدیدی کاش انچہ می باید دید

مرزا بیدل

حیف از تو و روزی کہ مقیم باغی   از بلبل غافلی حریف زاغی

صحبت اینجا موثر ست آگہ باش   در آب روی تری در آتش داغی

مرزا بیدل

آواز کریم را صلا می خوانند   سایل چو دمی زند دعا میخوانند

یک نغمہ شوق ست چہ فقر و چہ غنا   کز پردۂ ہر ساز جدا می خوانند

مرزا بیدل

گر مرد رہی ز طبع خود کام برآ   از پیچ و خم وسوسۂ خام برآ

اے منکر کیفیت پرواز کس   بے زینہ تو نیز تا سر بام برآ

مرزا بیدل

گر سایۂ شخص باز گردید چہ شد   در عکس ز جلوہ دور بالید چہ شد
حق از عدم و وجود مستغنی ست   خورشید اگر شعاع فہمید چہ شد

شاپور

این عمر بابر نوبہاران ماند   وین عیش بسیل کوہساران ماند
زنہار چنان مزی کہ بعد از مردن   انگشت گزیدنی بہ یاران ماند

شاپور

ای کہ امروز ترا فرصت کار خویش ست   توشہ بردار کہ فردا سفری در پیش ست
توشہ زاد فنا تا بتوانی بردار   کہ تہیدست درین بادیہ بی اندیش ست

شاپور

دشنام اگر دہد خسیسے چارہ نبود بجز شنیدن
گر پاے کسے سگے گزیدہ باسگ نتواں عوض گزیدن

شاپور

خاک نشینی ست سلیمانیم ننگ بود افسر سلطانیم
بست چہل سال کہ می پوشدم کہنہ نشد جامۂ عریانیم

شاپور

پیمانہ چو من ومی بہ میخانہ گریست گفت از پی آں مرا کہ ایں گریہ ز چیست
امروز گل من ست پیمانۂ تو تا خاک تو فردا گل پیمانہ کیست

شاپور

گر آدمی ترا ہنر بایستی قول تو بلیغ و معتبر بایستی
جز خوردن و خواب چون نداری کارے گوش تو ازیں دراز تر بایستی

شاپور

گر ناز کند فرشتہ بر پاکی ما گہ دیو کند عار ز ناپاکی ما
ایمان چو سلامت بلب گور بریم احسنت بریں چستی و چالاکی ما

شاپور

یک نیمہ عمر در بطالت بگذشت یک نیمہ بہ تشویش و خجالت بگذشت
عمری کہ ازو دل جہانی آزرد بنگر بچہ حیلت و حوالت بگذشت

امیر خسرو

یارب چو بعقل خود بتاہم چکنم — وز گیسوی و زلف و سیاہم چکنم
گیرم بکرم گناہ من عفو کنی — زین شرم کہ دیدۂ گناہم چکنم

رشیدائی گاذرونی

ای دل چو ہوای خاک آن در داری — شرمت بادا کہ میل افسر داری
گر سر نگذاری اندرین رہ باری — از سر بگذار انچہ در سر داری

مجدالدین محمد تاثیر النوی

خواہی کہ میان خلق قاضی باشی — باقی مانی گہی کہ ماضی باشی
با خلق خدا حکم چنان کن کہ اگر — این بر تو کند تو راضی باشی

بیکسی غزنوی

اے دل تو عنان بغصہ و غم ندہی | یک لحظہ خوشی بملکت جم ندہی

یارے اگرت بدست افتد زنہار | خاک قدمش بہر دو عالم ندہی

مرزا حسن واہب

بے برگ طلب بجائے نرسی | تا نگذری از خودی بجائے نرسی

از کوچہ ٔ دل ہمیں صدا می آید | تا صاحب برگی بنوائے نرسی

شیخ شاہ نظیر قسم

شد بسکہ عوض بعہد ما پیداں گردی | مردیم در آرزوی ہم نامردی

مردان بگریبان زناں سر بردہ | شاید ز نفس سری برآرد مردی

شیخ شاہ نظیر قشہ

اے خواجہ دو گام رہ نراندی ماندی　خود را برفیقاں نرساندی ماندی

ایں راہ نہ راہ کعبہ آب و گل ست　یک گام ز کارواں چو ماندی ماندی

شیخ عبدالسلام پامی

جمعند ز سفلگان بعالم گشتے　عاقل نہ نہد بحرف شاں انگشتے

خالی شدہ دیر و حرم از مردم اہل　در آں خلیلے نہ دریں زردشتی

کمال

گر در پے قول و فعل سنجیدہ شوی　در دیدۂ خلق مردم دیدہ شوی

با خلق چناں مزی کہ گر فعل ترا　ہم با تو قیاس کنند سنجیدہ شوی

مرزا عرب ناصح تبریزی

گاه از تقصیر بندگی می ترسم گاه از غم سرفگندگی می ترسم
ابنائے زماں ز مرگ ترسند ہمہ ایں طرفہ کہ من ز زندگی می ترسم

سید محمد جامہ باف

کردیم بہ بزم دیدہ چوں شمع مقام بردیم بسر عمر در اندیشۂ خام
چوں شمع تمام گشت می میرد ما افسوس کہ مردیم و نگشتیم تمام

طالب آملی

از بیکدہ ساختم جہاں دگرے در طارم تاک آسماں دگرے
گر عمر اماں دہد چو مستاں سازم از رشتۂ تاک کہکشاں دگرے

طالب آملی

آسوده لبی که ساغر غم نکشید — خوشدل زخمی که ناز مرهم نکشید
من بلبل آن گلم که در گلشن دهر — پژمرده شد و منت شبنم نکشید

مومن یزدی

دل چیست؟ درون سینه سوز و تفی — تن چیست؟ غم و رنج و بلا را هدفی
القصه بقصد جان ما بسته صفی — مرگ از طرفی و زندگی از طرفی

مومن یزدی

با آنکه یکی گام به منزل دارم — صد تخم هوس هنوز در گل دارم
در خاک ندانم بچه سان میگنجم — با این همه آرزو که در دل دارم

نواب

گر پیر شدم جوش شبابم دادند — از خمکدهٔ حدیث آبم دادند

گر روز سپید شد ز خود باکی نیست — در روز سیاه آفتابم دادند

حکیم خاقانی

بی آنکه شبی عذر درای آوردم — صد ره بتو عذر جانفزای آوردم

گر عذر مرا نپذیری ای پسند — من بندگی خویش بجای آوردم

شاہ طہماسپ

یک چند پی زمرد سوده شدیم — یک چند به یاقوت تر آلوده شدیم

آلودگی بود بهر رنگ که بود — شستیم بآب توبه آسوده شدیم

شاہ نعمت اللہ ولی

ما عادت خود بہانہ جوی نکنیم — جز راستی و نیک خوئی نکنیم

آنہا کہ بجائے ما بدیہا کردند — گر دست دہد بجز نکوئی نکنیم

شیخ سعدی

در خاک بیلقان برسیدم بعابدی — گفتم مرا بتربیت از جہل پاک کن

گفتا برو چو خاک تحمل کن ای فقیہ — یا ہر چہ خواندۂ ہمہ در زیر خاک کن

شیخ سعدی

سودی نکند فراخنائے بر و دوش — گر آدمی عقل و ہنر باید و ہوش

گاؤ از من و تو فراخ تر دارد چشم — پیل از ہمہ کس بزرگتر دارد گوش

محمد جان قدسی

در پردهٔ محتسب شراب اولیٰ تر　　پوشیدن کار ناصواب اولیٰ تر
فعل بد خویش را نهان می دارم　　باشد رخ زشت در نقاب اولیٰ تر

رستم مرزا فدائی

پا آبله از کفش بهشت بهتر　　گر نیست وفا ترک محبت بهتر
در مذهب ما به دیدن دوزخ رفتن　　بسیار ز انتظار جنت بهتر

متین

گر بهر رفاه خلق کوشی مردی　　در جوش غضب اگر نخروشی مردی
مردی نبود پوشش خفتان به جنگ　　عیب دگران اگر بپوشی مردی

ظہیر فاریابی

باخار قناعت ار بسازی یکجا — در ہر قدمے بروید ت صد گلہا
باخار کشاں نشیں کہ در یک ہفتہ — صد برگ بباخت گل ز یک دستہ خا

نساخ

در زیر سپہر کہنہ دیوار مخسپ — غافل ز فریب چرخ خونخوار مخسپ
در خواب سفر ضرر نہاں می باشد — نساخ نگاہدار ہشیار مخسپ

نساخ

سرہا بگذشت و ما ہما نیم ہماں — گرہا بگذشت و ما ہما نیم ہماں
این روز و شب و سال و مہ شام پگاہ — برما بگذشت و ما ہما نیم ہماں

قلندر

هیچ دانی که شیرمردی چیست　　شیرمرد زمانه دانی کیست

آنکه با دشمنان تواند ساخت　　آنکه با دوستان تواند زیست

قلندر

ای مست ز شراب غفلت از جام هوس　　مشغول مشو بحرص چون بانگ جرس

ز سیم کاروان خواب چه بیدار شوی　　مستی رود و درد سرت ماند و بس

قلندر

امروز که ذکر از حق و هابست　　الله پرست در جهان کمیابست

تا چند چو مردود در رزق زنی　　بر زن در دل که نقد فتح الباب است

یوسف قلی بیگ انیسی نظیری

بت می شکنی که سنگ راه دین است   می بشکنی که آب فسق و کین است

خود را بشکن که بت شکستن سهل است   دنیا بشکن که می فگندن این است

رکن صائن

فانوس خیال هر دو عالم مائیم   جوش دریا سکون شبنم مائیم

آئینهٔ صورتیم بے صورت خویش   چیزیکه ندیدنیست آں هم مائیم

میر رفیع دستور

قومی گوید که با خدا پیوستیم   قومی گوید که از خودی وارستیم

هر کس خبری دهد ز خود بینی خویش   اعمی غرض انیست که ما هم هستیم

بخشی

بخشی چنیں با زمانہ بساز ورنہ خود را نشانہ ساختن ست

عاقلانِ زمانہ می گویند عاقلی با زمانہ ساختن ست

میرزا جلال امیر

دادیم بیک نشہ شراب ہمہ را یکدل کردیم شیخ و شاب ہمہ را

خواندیم زیک نقطہ کتاب ہمہ را دادیم زیک حرف جواب ہمہ را

انسان

گہ با صنم شفیق می باید زیست گہ تنہا بے رفیق می باید زیست

انسان این بزم جای شکر و گلہ نیست یک چند بہر طریق می باید زیست

انسان

گر قصۂ شیخ و شاب باید گفتن گر شکوۂ نان و آب باید گفتن
انسان تا مرگ گفتگو لابد ہست افسانہ برائے خواب باید گفتن

غالب

ہر چند زمانہ مجمع جہالست در جہل نہ حال شاں بیک منوالست
گو دون ہمہ لیک از یکے تا دگرے فرق خر عیسیٰ و خر دجال ست

غالب

اے دوست بسوی این فرومایہ بیا از کوچۂ غیر راہ گردانده بیا
گفتی کہ مرا مخواں کہ من مرگ توام برگفتۂ خویش باش و ناخوانده بیا

غنی

بی فهم اگر چشم بدوزد بکتاب   نتواند دید روی معنی در خواب

کی غور کنند در سخن بی مغزان   غواصی بحر نیست مقدور حباب

غنی

هر کس که بخویشتن گمانی دارد   چون زنگی عیب نهانی دارد

هر بیت که در باغ جهان گردیدیم   هر میوه که دیدیم استخوانی دارد

غنی

ای در طلب کمال سرگرم شتاب   در صورت کس مبین و معنی دریاب

هر چند عقیق هست با آتش همرنگ   دارد بدهان تشنه خاصیت آب

غنی

ہر کس کہ ہنر مند زید در عالم   دست از ہنر خویش دلش را صد غم
دیدی کہ بوقت رشتہ تابی خیاط   می ساید دست از تاسف برہم

واقف دہلوی

ای عشق گراں قدر یک سیر بیا   تا چند نزاع حرم و دیر بیا
کفر و اسلام جنگ باہم دارند   ای صلح دہ ثالث بالخیر بیا

واقف دہلوی

از اہل جہاں وضع جدائی دارم   عیش دگر از فیض خدائی دارم
شرمندۂ یک قطرہ نیم زین دریا   مانند صدف رزق ہوائی دارم

حالی پانی پتی

سر بر مفراز و خاکپائے ہمہ باش
دلہا مخراش و در رضای ہمہ باش

با خلق نیامیختن از خامی تست
ترک ہمہ گیر و آشنائی ہمہ باش

درد

ایں گور پرستاں ہمہ باطل باشند
از لجہ علم سوئے ساحل باشند

خود زندہ و با مردہ نیاز آوردہ
از زندہ لایزال غافل باشند

درد

ہر چند کہ ایں جماعۂ گور پرست
فرداست جزا امیدہ ست بدست

ایں فرق نہ کم تواں تصور کردن
ما زندہ پرستیم و شما مردہ پرست

درد

ادراک مراد عوت بیدائی کرد   فریاد که رسوائی شناسائی کرد
زین پیش نداشتم دماغ صحبت   علم ست که این انجمن آرائی کرد

درد

گاهی سحر ست وگاه شام ست اینجا   از کون و فساد انتظام ست اینجا
مانند شرر ز شوخی هستی غافل   در چشم زدن کار تمام ست اینجا

درد

مطرب فانی و بزم و ساقی فانی   با هر که شدی درد ملاقی فانی
بردار دل از کثرت بی بود جهان   هستی بود و باقی و باقی فانی

درد

شخص انسان که شان اعظم دارد دارد بوجود آنچه هر دو عالم دارد
لیکن نتوان یافت به بحر کونین آن گوهر نایاب که آدم دارد

درد

در عجز بساز کبریائیم همه در کسوت فقر باغنائیم همه
از درویشان لباس اکسیر ایدرد خاکیم اگرچه کیمیائیم همه

درد

انسان که حباب وحباب عالیست ای درد عجب ترکه فارغبالیست
در بزم خیال او که رشک خلد ست چون آئینه جای هر که آید خالیست

درد

گہ در طلب کمال علم و ہنریم	گاہے ز رہ بیہدگی یا در بدریم
داریم ہجوم بر لب بحر خیال	ہستی پل بستہ ست و ما می گذریم

درد

ما بندہ آں حسن و جمالیم ہمہ	وارستہ ز ہر فکر و خیالیم ہمہ
مستقبل و ماضی علامی اند	ما درویشیم مست حالیم ہمہ

درد

آں نور کز و ارض و سما روشن شد	از حضرت انساں ہمہ جا روشن شد
پوشیدہ نماند ہیچ از جلوۂ او	چوں آئینہ تا دیدۂ ما روشن شد

درد

ای کرده خراب فکر چون و چندت — آورده هوا و حرص اندر بندت
همواره به همواری خود کوشش کن — غیر از تو کسی نیست که گوید پندت

درد

گاهی سخنی از دهنش می گفتم — گه از دهن خود سخنش می گفتم
افسوس ز علم ناشناسا یک عمر — او بود که در دهن فنش می گفتم

درد

هرچند بعلم و فضل ممتاز شوی — مشکل که بفقر نکهت پرواز شوی
بوی نشنیده ز عرفان تا حال — مدت باید که واقف راز شوی

درد

گر دعوی ہستی است بہتان ست این
ور شکوۂ نیستی ست کفران ست این

ای حضرت انسان تحیر انجام
خود را نشناختی چہ عرفان ست این

درد

ہر دل کہ چو گل شگفت آخر پژمرد
طبعی کہ چو شعلہ گرم گردید فسرد

اینجا ہر کس بطرز خاص ای درد
پیدا شد و شاد گشت و غم خورد و بمرد

درد

کردیم تماشا چو جہان من و ما
گشتیم دریں بادیہ مانند صبا

ہر ہر کہ نہاد دل بعرفان گوشے
پُر بود چو نقارہ ز شور دعوی

درد

این اہل زمانه درد ناکم کردند بی ہیچ عبث عبث ہلاکم کردند
از چار طرف غبار دلہا چندان برخاست که زنده زیر خاکم کردند

درد

در دل باید ہمیشه داری اخلاص پیوسته میان سینه کاری اخلاص
از شرک و نفاق سخت پرہیز نما مخلص نشوی تا که نیاری اخلاص

درد

کردی شب و روز کامرانی بالفرض دیدی ہمه خیر این جہانی بالفرض
مرگ و پیری دو چار گردد آخر صد سال اگر زنده بمانی بالفرض

درد

انسان آگاہ تا بعرفاں نبود   از تعلقہ لسانی انساں نبود
ہر چند برائے خود زبانے دارد   ای درد دلی شمع زباں داں نبود

درد

دوں ہمت اگر بال و پرے پیدا کرد   چوں مور برائے خود پری پیدا کرد
کی مرتبہ سفلہ فزاید اسباب   عیسیٰ نشود ہر کہ خرے پیدا کرد

درد

شد نیست کسے کہ تخت عاجے دارد   تا آنکہ نہ شاہانہ خراجے دارد
یعنی کہ خروس پیش ارباب شعور   سلطاں نشود اگرچہ تاجے دارد

درد

گر حشمت و دولت است وہمست و بس — در فضل و ہنر شعبدہ باشد و بس

اے درد اگر ہمت عالی داری — آں باید شد کہ آں نمیگردد کس

درد

گو خلق ہمہ از شور و شر و غوغا باش — تو از ہمہ کس یکطرف و تنہا باش

بر صورت بے معنے عالم مگرو — بر معنے بی صورت حق شیدا باش

درد

ایں تیرہ دلاں کہ تیر بارند چو میغ — در جور و ستم نمی نمایند دریغ

بر اہل گداز دست ظالم نرسد — سیماب نگشت کشتہ از خنجر و تیغ

درد

آنکس کہ خمیر کرد آب و گلِ من   آراستہ در صدق و صفا منزلِ من
در خدمتِ خویش اعتقادست مرا   از من پوشیدہ نیست رازِ دلِ من

درد

ای باہمہ آشنا و بیگانۂ من   داری خبرے از دلِ دیوانۂ من
گفتی ہمہ افسانہ ات مرا خواب آمد   در خواب شنیدہ باشی افسانۂ من

درد

ای درد کجا ساقی و صہبا و سبو   در گوش صدائے قلقلِ مینا کو
چوں شیشہ ساختند ایں ہمنفساں   ریزند بجائے آب خاکے بہ گلو

درد

از فکر معاش گہ پریشاں شدہٗ گاہے زغم معاد حیراں شدہٗ
ایں ہر دو باختیار تو نیست ولے مشکل ہمہ اینست کہ انساں شدہٗ

درد

پیغام کرم بہ تند خویاں نبری وز صلح سخن بجنگ جویاں نبری
اظہار صفا بغیر جنساں بیجاست آئینہ بہ پیش زشت رویاں نبری

درد

ہر دم روم از خویش وندانم راہی کوہے ہستم سبک نہ وزن کاہے
عمرم ہمہ در سیر گذشت ولیکن چوں سایہ بپائے خود نرفتم گاہے

درد

در میکده از بسکه فراغ ست بسی ۔۔۔ آزاد شود ہر کہ نشیند نفسے

ای درد نه بست ہیچ کس دست مرا ۔۔۔ زنجیر بپائے خم نکرد ست کسے

بوعلی سینا

کفرے چو منی گزاف و آسان نبود ۔۔۔ محکم تر از ایمانِ من ایمان نبود

در دہر چو من یکے و آں ہم کافر ۔۔۔ پس در ہمہ دہر یک مسلمان نبود

عِلمِ جہلِ خود شناسی

بابا افضل کوہی

در جستن جام جم زکوتہ نظری ہر لحظہ گمانے نہ بہ تحقیق بری

رو دیدہ بدست آر کہ ہر ذرۂ خاک جامیست جہان نماے چون درنگری

بابا افضل کوہی

تا چند روی از پئے تقلید و قیاس بگذر ز چہار عنصر و از پنج حواس

گر معرفت خدائے خود می طلبی در خود نگر و خدائے خود را بشناس

بابا افضل کوہی

گفتم ہمہ ملکِ حسن سرمایۂ تست　　خورشیدِ فلک چو ذرّہ در سایۂ تست

گفتا غلطی ز ما نتواں یافت　　از ما تو ہر آنچہ دیدۂ مایۂ تست

بابا افضل کوہی

دنیا مطلب تا ہمہ دینت باشد　　دنیا طلبی نہ آنِ اینت باشد

بر روی زمیں زیر زمیں را بسپر　　تا زیر زمیں روی زمینت باشد

بابا افضل کوہی

در ملکِ خدا تصرف آغاز مکن　　چشمِ سرِ خود بعیب کس باز مکن

سیر دلِ ہر بندہ خدا می داند　　در خود نگر و فضولی آغاز مکن

مولانا جلال الدین رومی

یک لحظہ اگر نفس تو محکوم شود — علم ہمہ انبیات معلوم شود

آں صورت غیبی کہ جہاں طالب اوست — در آئینۂ فہم تو مفہوم شود

نصیرالدین طوسی

آں قوم کہ راہ بیں فتادند شدند — کس را بہ یقیں خبر ندادند و شدند

آں عقدہ کہ ہیچکس ندانست کشاد — ہر یک بندے بر آں نہادند و شدند

ابو سعید مہنہ

ہر چہرہ ندارم از مسلمانی رنگ — بر من دارد شرف سگ اہل فرنگ

آں روسیاہم کہ باشد از بودن من — دوزخ را ننگ اہل دوزخ را ننگ

ابوسعید مہنہ

گر فضل کنی ندارم از عالم باک　　ور عدل کنی شوم بیکبارہ ہلاک
روزی صد بار گویم ای صانع پاک　　مشتے خاکم چہ آید از مشتے خاک

عطار

مائیم بعقل ناصواب افتادہ　　دل از شر و شور در شراب افتادہ
آزادہ ز نام و ننگ سرگشتہ　　در کنج خرابات خراب افتادہ

ابن یمین

گفتار اگر در فشاند کسے　　خموشی بہ بسیار ازیں خوشتر است
خردمند خامش بود چوں صدف　　اگرچہ درونش پر از گوہر است

علی حزین

ای مطرب عاشقان نوای تو کجاست — ای ساقی جان آب بقای تو کجاست

گیرم دل ما ز نظرت افتادست — گیرائی مژگان رسائی تو کجاست

علی حزین

هرچند که حسن و عشق مستوریست — آیات نیاز و ناز مشهور به است

هر سینه که داغ نیست خشت لحدست — زان لب که نه نالید لب گور به است

علی حزین

از رهگذر دوست صبا گر نرسید — چشم بوصال خاکپائے نرسید

دردا که ز درد ما کسی آگاه نشد — فریاد که فریاد بجائے نرسید

علی حزیں

جنبش بمن از حجاب بیروں آمد — عریاں آتش ز آب بیروں آمد

آمد سحری بر سر بالینم و گفت — برخیز کہ آفتاب بیروں آمد

علی حزیں

دنیا طلب دنی بہ دنیا ارزد — مفتون تمنا بہ تمنا ارزد

در عالم ایجاد ندیدیم حزیں — چیزیکہ بدل بستگی ما ارزد

سحابی استرآبادی

باکس نہ سوال و نہ جوابت باید — با مردم چشم خود خطابت باید

چشمے داری و عالمے جلوہ گراست — دیگر چہ معلم چہ کتابت باید

سحابی استرآبادی

گر جرعۂ ز جام معرفت نوش شود — زیں کشمکش ہوا فراموشش شود

قلب عارف زیر فلک کے گنجد — کے دریا بحباب سرپوش شود

سحابی استرآبادی

دل مسکن عشق است نہ ماوائے عقول — چوں خانہ عقل ساختی گشت ملول

تحقیق بداں کہ زود ویراں گردد — ہر خانہ کہ غیر صاحبش کرد نزول

سحابی استرآبادی

در دیدۂ معرفت اگر کوری نیست — بر وجہ خدا حجاب مستوری نیست

دوری تو از مطالب مختلف است — مطلوب اگر خدا بود دوری نیست

سحابی استرآبادی

عارف سخن ار چه مختصر ساز کند چشمت بینائے عالم راز کند
هش دار که هر چند که خرد است کلید هر خانهٔ بس بزرگ در باز کند

سحابی استرآبادی

من ربط کتاب عقل بگسیخته‌ام اوراق فسانه راز هم ریخته‌ام
هر چند که وصف خود کنم می‌شاید من میدانم که با که آمیخته‌ام

سحابی استرآبادی

آدم چو بزاد بهر جان پاکش برداشت بصد مهر زخاک افلاکش
بیچاره دمی که زد و از کار افتاد در بر نگرفت هیچ کس جز خاکش

سحابی استرآبادی

نی شاد نشین باش و نه غمناک نشین　　گر بتوانی ز غل و غش پاک نشین

من میدانم ترا و مقدار ترا　　تو خواه بتخت و خواه برخاک نشین

سحابی استرآبادی

کامل گوید جہاں تمام و اہل است　　ناقص گوید که کوته است و سہل است

شطرنج جہاں عرصہ جہاں رخت ہمال　　ایں بردن و باختن ز علم و جہل است

سحابی استرآبادی

موجود یگانه است پاک از ہمہ رنگ　　چه کفر و چه ایماں چه فخر و چه ننگ

خورشید جہاں یکے و بے تغیر است　　خواہی در روم بین و خواہی فرنگ

جامی

دوش آئینهٔ خویش صیقل دادم ... روشن کردم پیش خود بنهادم
در آئینه عیب خویش چندان دیدم ... کز عیب کسان هیچ نیامد یادم

جامی

عمرے بہوس باد ہوا پیمودم ... در ہر کارے خون جگر پالودم
در ہر چہ زدم دست ز غم فرسودم ... دست از ہمہ باز داشتم آسودم

عماد کرمانی

ہر دم بہ در دیگرے نمی باید رفت ... خیز پیش ہمہ ہر روئے نمی باید رفت
چوں آب بہر زمیں نمی باید شد ... چوں باد بہر درے نمی باید رفت

غیاثائی حلوائی

ای یافته همچو خط وصال کاغذ — با بهره وی از خط و خال کاغذ

از علم کتاب کس ترقی نکند — آری نپرد کسی ببال کاغذ

ظهیرا

از دانش مبدا و معاد اشیا — بشنو سخنی که نشنوی جز از ما

عالم ز ازل تا به ابد یک سخن است — گوینده آن خدا و شنونده خدا

علی رضا تجلی

آنرا که منزه نبود ذات و صفات — در درس و کلام حکمتش نیست ثبات

در طبع بدان نه جهل بر گردد علم — در طینت مار سم شود آب حیات

میر علی جبریاقانی

علمے کہ در او عمل نباشد عار است
ہر سبحہ کہ بے ذکر بود زنار است

ہر کس کہ بہ علم بے عمل می نازد
عالم نبود اعمی مشعل دار است

بو علی سینا

دل گرچہ در این بادیہ بسیار شتافت
یک موے ندانست ولے موے شگافت

اندر دل من ہزار خورشید بتافت
و آخر بکمال ذرۂ راہ نیافت

بو علی سینا

اے کاش! بدانمے کہ من کیستمے
سرگشتہ بہ عالم ز پے چیستمے

گر مقبل و آسودہ و خوش زیستمے
ورنہ بہ ہزار دیدہ بگریستمے

کیخسرو خاں

در عشق تو غم اندوختہ می باید وز غیر نظر دوختہ می باید
تا دل نشود داغ نگیرد آرام این سوختہ را سوختہ می باید

نورالدین محمد فراری گیلانی

کو همنفسی کہ این قدر کار کند از من سخنی بہ مجلس یار کند
گر باعث آشنائی من نشود از درد دل منش خبردار کند

محمد صالح شیرازی

دریا طلب آمدم سرابم کردند تعمیر طلب شدم خرابم کردند
گفتم بنماید بمن خصم مرا هم صحبت آئینہ و آبم کردند

ذکی شیرازی

در عالم بے وفا و دیدیم بسے — بیچارہ تر از خویش ندیدیم کسے
تا زانہ روزگار خوردیم بدہر — از دستِ دلِ خویشتن از دستِ کسے

ابوالفتح مرزا جاہی

گیرم کہ فلک ہمدم و ہمساز آید — ایام نشاط و طرب و ناز آید
یارانِ موافق از کجا جمع شوند — دیں عمر گذشتہ از کجا باز آید

بیخبر

سودا زدہ حب وطن میگردی — گہ مومن و گاہ برہمن میگردی
ای بر تو ہزار بار باشم قرباں — تو خود چہ کسی کہ ہمچو من میگردی

بیاض

صبح ست جهان شگفته از باد شمال — آفاق ز فیض سحری مالامال

زان پیش که دست خود بمالی همه روز — برخیز ز خواب و دیدهٔ خوش را بمال

فانی

دادی دادم تو عشوه و من تو دل — هستی هستم تو شاد و من خوار و خجل

بردی بردم تو دل ز من من تو غم — کردی کردم تو جور و من تحمل

شیخ روزبهان صوفی رح

ای تازه جوان شنو از این پیر کهن — یک نکته که هست مایهٔ مغز سخن

یاری که درو معرفتی نیست مگیر — کاری که درو منفعتی نیست مکن

میر معصوم کاشی

ایخواجه که از عقل به مجنون نرسی	نمرود اگر شوی بگردون نرسی
زنهار فرو مرو به دنیا که اگر	صد سال فرو روی بقارون نرسی

مظفر حسین کاشی

ای دل که به آزادی خود در بندی	غافل که اسیر خود بصد پیوندی
چون مرغ قفس که با قفس گردانند	عالم گشتے و همچنان در بندی

مرزا بیدل

بر زور مناز ای که زبون سازندت	گردن نفرازی که بهنیداز ندت
ای قلب بلای امتحان در پیش است	بگداز از ان پیش که بگدازندت

صدرالدین نیشاپوری

گر دهدت روزگار دست و زبان زینهار — دست درازی مجوی چیره زبانی مکن

با همه عالم بلاف با همه کس از گزاف — هرچه ندانی مگوی هرچه توانی مکن

غنی کشمیری

بی بصیرت اگر چشم بدوزد به کتاب — نتواند دید روی معنی در خواب

گر غور کنند در سخن بی مغزان — غواصی بحر نیست مقدور حباب

غنی کشمیری

هوش است که سرمایهٔ صد درد سر است — فارغ بال آنکه از جهان بیخبر است

در بیضه نمی کشند مرغان سر و پا — هرچند که بیضه از قفس تنگتر است

حکیم میرزا محمدؒ

عارف سخن از سرّ نہان نتواند — واہل صفتِ وصل بیان نتواند

چوں قطرۂ پیوستہ بدریا گم شد — گم گشتہ زگم کردہ نشان نتواند

فیضی ہندوستانی

چندانکہ بہ حکمت گردی ور تری — تا می شمری نجوم بے نور تری

آں کور کہ تو راہ ازو می پرسی — او میداند کہ تو ازو کور تری

فیضی ہندوستانی

عاشق کہ غم از جان خرابش نرود — تا جان رود از تن تب تابش نرود

خاصیت سیماب بود عاشق را — تا کشتہ نگردد اضطرابش نرود

قادری ہندوستانی

عارف دل و جانِ تو معین سازد خارے کہ کند بجاش گلشن سازد
کامل ہمہ را ز نقص بیرون آرد یک شمع ہزار شمع روشن سازد

آزاد بلگرامی

شپرہ با حضرت خورشید گفت چشم مرا کور چرا می کنی
گفت ترا طاقت دیدار نیست کور خودی شکوہ زما می کنی

درد

مہمانی ہیچ دلی باید کرد دل را آباد از غمے باید کرد
فرصت مغتنمست اے ہستی غافل شادی گر نیست ماتمی باید کرد

درد

موجود چو در عالم اظہار شدیم ۔ آگہ زہمہ نہفتہ اسرار شدیم

اے درد زبیرنگی خود فہمیدیم ۔ وقتی کہ بصد رنگ نمودار شدیم

شیخ نظام الدین احمد بلگرامی

تا چند پے خیال بیہودہ شوم ۔ و ز دست ہوای حرص فرسودہ شوم

از زندگی چنیں طولم بسیار ۔ کو مرگ کہ تا بحشر آسودہ شوم

رضی آرتیمانی

صد شکر کہ نیستم من از بے خبراں ۔ گہ مست مئے وصلم و گہ از ہجراں

دانشمندان تمام گریاں بر من ۔ خنداں من دیوانہ بہ دانشمنداں

ڈاکٹر سر محمد اقبال

جہانِ مشتِ گل و دل حاصلِ اوست ۔ ہمیں یک قطرۂ خوں مشکلِ اوست
نگاہِ ما دو بیں افتاد ورنہ ۔ جہانِ ہر کسے اندر دلِ اوست

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سحر می گفت بلبل باغباں را ۔ دریں گل جز نہالِ غم نہ گیرد
بہ پیری می رسد خارِ بیاباں ۔ ولے چوں گل جواں گردد بمیرد

بابا افضل کوہی

مردان رہیت کہ سرِ معنی دانند ۔ از دیدۂ کوتہ نظراں پنہانند
ایں طرفہ تر است ہر کہ حق را بشناخت ۔ مومن شد و خلق کافرش میخوانند

کبر و پستی و ریا و سالوس

باعث ہمدانی

زاہد نفسی بہ دوست ہمدم نشدی   در خلوت وصل یار محرم نشدی
ملا و حکیم و صوفی و شیخ شدی   این جملہ شدی ہنوز آدم نشدی

خواجہ علی نعیم

گیرم کہ ہزار مصحف از بر داری   آنرا چہ کنی کہ نفس کافر داری
سر را بزمین چہ می نہی بہر نماز   آنرا بزمین بنہ کہ در سر داری

خواجه علی نعیم

چندانکه باهل کبر مشهور شوی — از رحمت کردگار خود دور شوی

گر باده خوری و بعد ازان توبه کنی — بهتر که کنی نماز و مخمور شوی

خواجه علی نعیم

این پیش نمازیم نه از روی ریاست — حق میداند که از ریا مستثناست

اینک خوشم افتاد که هنگام نماز — پشتم بخلایق است و رویم بخداست

فیضی تربتی

زاهد تو ز مستی منکر پستی ما — صرف ره نیستی شده هستی ما

ما مست تجلیم و تو مست غرور — فرق است ز مستی تو با مستی ما

حکیم سنائی

اے گل بانہ بسیم اگر بجانت نخرند   چوں بر تو شبے گذشت نامت نبرند

گہ نیز عزیز و گاہ خوارت شمرند   بر سر ریزند و زیر پایت سپرند

آقا حسین خوانساری

مسواک چہ سود زاہد پاک دہاں   صد ریشہ فرو بردہ طمع در دل و جاں

از ذکر ریائے تو ہر دم تسبیح   دنداں ز غصہ میزند بر دنداں

رفیع واعظ

ایں مدعیاں کہ راہ نشناختہ اند   بر دعوے فقر گردن افراختہ اند

در برہنہ مرقع است ایں طائفہ را   بر دعوے خویش محضرے ساختہ اند

قدسی

خواری شرفِ مردمِ دانا باشد — عزت مطلب فروتنی تا باشد
با صدرنشینان نشین کز میزان — ہر سر کہ سبک تراست بالا باشد

ابوسعید مہنہ

در دل ہمہ شرک روے برخاک چہ سود — با نفس پلید جامۂ پاک چہ سود
زہر است گناہ توبہ تریاک وے است — چون زہر بجان رسید تریاک چہ سود

خلیفہ سلطان

بگذر ز ریا کہ طور ایمان نبود — تخم عمل آن بہ کہ نمایان نبود
دانی کہ نروید و نہ بخشد ثمرے — تا دانہ بزیر خاک پنہان نبود

رفیقائی یزدی

این قوم که در پناهِ ریشش آمده اند   گرگ اند که در لباسِ میشش آمده اند

برگشته ز اسلام به خویشش آمده اند   پس رفته و در گمان که پیش آمده اند

عمر خیام

شیخے به زنے فاحشه گفتا مستی   هر لحظه به دام دگرے پابستی

گفتا شیخا! هر آنچه گوئی هستم   اما تو چنانکه می نمائی هستی

عمر خیام

آن قوم که سجاده پرستند خرند   زیرا که بزیر بار سالوس دراند

وین از همه طرفه تر که در دیدهٔ ها   اسلام فروشند وز کافر بتراند

عمر خیام

پندے دہمت اگر بمن داری گوش　　از بہر خدا جامۂ تزویر مپوش

عقبیٰ ہمہ فرصت و دنیا یکدم　　از بہر دمی ملک ابد را مفروش

عمر خیام

برگیر ز خود حساب اگر با خبری　　کا دل تو چہ آوری و آخر چہ بری

گوئی نخورم بادہ کہ می باید مرد　　می باید مرد گر خوری ورنہ خوری

عمر خیام

با من تو ہر آنچہ گوی از کین گوئی　　پیوستہ مرا ملحد و بیدین گوئی

من خود مقرم ہر آنچہ ہستم لیکن　　انصاف بدہ ترا رسد کین گوئی

رافعی نیشاپوری

در جامۂ صوف بستہ زنار چہ سود در صومعہ رفتہ دل ببازار چہ سود
ز آزار کسان راحت خود می طلبی یک راحت و صد ہزار آزار چہ سود

شیخ سعدی

اے طبل بلند بانگ در باطن ہیچ بے توشہ چہ تدبیر کنی وقت بسیچ
روے طمع از خلق بہ پیچ ار مردی تسبیح ہزار دانہ بر دست مپیچ

مومن یزدی

مومن بہ بدی نیست کسی مانندت وین طرفہ کہ خلق نیک میخوانندت
عمرے بودی چنانکہ خود میدانی یک چند چنان باش کہ میدانندت

مومن یزدی

از کینه دمی بسوی ایماں نشدی — وز کردهٔ خویشتن پشیماں نشدی

از طعنهٔ مرداں شدی سوی حرم — حاجی گشتی و لے مسلماں نشدی

مرزا مقیم ہمت

آں قطرہ کہ از موج سبک تر گردید — بر اوج شد و فتاد و گوہر گردید

شد از سبکی بلند و از افتادن — گوہر گردید و زیبِ افسر گردید

بہائی آملی

گفتیم مگر کہ اولیائیم نہ ایم — یا صوفی صُفّہ صفائیم نہ ایم

آراستہ ظاہریم و باطن نہ چناں — القصہ چناں کہ می نمائیم نہ ایم

بہائی آملی

اے زاہدِ خام از خدا دوری تو ... ما با تو چہ گوئیم کہ معذوری تو
تو طاعت حق کنی بامید بہشت ... رو رو تو نہ عاشقی کہ مزدوری تو

میرزا شریف تجرید

اے زاہد خود پرست احوالت چیست ... حاصل ز خداوندی اشالت چیست
من در طلب رضائے یک کس مردم ... اے بندۂ صد ہزار کس حالت چیست

غزالی مشہدی

در کعبہ اگر دل سوئے غیر است ترا ... طاعت ہمہ فسق و کعبہ دیر است ترا
گر دل بخدا و ساکنِ بتکدۂ ... خوش باش کہ عاقبت بخیر است ترا

بابا افضل کہی

بگذر ز ولایتی که آن زان تو نیست　　زان در نشان ده که در جان تو نیست

از بی خردی بود که با جوہریاں　　لاف از گہرے زنی که در کان تو نیست

بابا افضل کہی

گر مست نه مست نمائی مکن　　در روزنه پنہاں ربائی مکن

تا خلق ز اسرار تو واقف نشوند　　رندی بنمائے و پارسائی مکن

شرف یزدی

در چشمهٔ شرع کج روم چون خرچنگ　　در بیشهٔ دین چو روبہم پر نیرنگ

بر منبر علم ہمچو در کوه پلنگ　　در دلق کبود ہمچو در نیل نہنگ

نجم الدین خوارزمی

گر طاعتِ خود نقش کنم بر نانے
وآن نان بنہم پیش سگی بر خوانے
واں سگ سالے گرسنہ در زندانے
از ننگ بران نان ننہد دندانے

شاہ سنجان خافی

در راہ چناں رو کہ سلامت نکنند
با خلق چناں زی کہ قیامت نکنند
در مسجد اگر روی چناں رو کہ ترا
در پیش نخوانند و امامت نکنند

سحابی استرآبادی

ہر کس کہ نہ ترک اعتبار خود کرد
او کار خدا نہ کرد کار خود کرد
زاری و نیاز و عجز میخواہد عشق
کس را نتواں بہ زور یار خود کرد

سحابی استرآبادی

دانی چہ بود سوئے خداوند شدن بیرون ز جہان و دون و پیوند شدن

از کعبہ روی چہ بود سود خواجہ مشتاق زن و خانہ و فرزند شدن

سحابی استرآبادی

ای دل بخیال ہرزہ تازی تا کے رو نہ بہ حقیقتے مجازی تا کے

زیر فلک اختران شمردن تا چند چون طفل بمہرہ مہرہ بازی تا کے

شیخ عطار

تا بتوانی خستہ مگردان کس را بر آتش خشم خویش منشان کس را

گر راحت جاودان طمع میداری می رنج ہمیشہ و مرنجان کس را

سرمد

گر مستقیم کار بیار است مرا   با سبحہ و زنار چہ کار است مرا
این خرقۂ پشمینہ کہ صد فتنہ دروست   بارش نہ کشم بدوش عار است مرا

سرمد

آن کیست کہ او زہد و ریا نشناسد   در مکر و دغا خدا چو ما نشناسد
گفتی کہ مخور بادہ چو من زاہد شو   این را بکسے گو کہ ترا نشناسد

سرمد

شد حشر کنون صور و سرافیل کجاست   طوق ادب از بہر عزازیل کجاست
از بہر خراب کردن بیت اللہ   شد فیل نمودار ابابیل کجاست

حکیم قاآنی

گاهی هوس بادهٔ رنگین دارم   گاه آرزوی وصل نگارین دارم
گه سبحه بدست و گاه زنار بدوش   یارب چه کسم کیم چه آئین دارم

سلمان ساوجی

از بسکه شکست و باز بستم توبه   فریاد همی کند ز دستم توبه
دیروز به توبه بشکستم ساغر   و امروز به ساغرے شکستم توبه

سیف الدین باخرزی

کردم بطواف خانهٔ یار آهنگ   سنگے دیدم نهاده انجا بر سنگ
چوں بود تهی زیار ناکرده درنگ   واگردیدم سنگ نهاں بر دل سنگ

شفیق بلخی

صوفی که بخرقه دوزیش بازار است   گر بخیه به فقر خود می زند خوش کار است

در خواهش طبع دست او جنباند   هر بخیه و رشته اش بت و زنار است

شحنه مازندرانی

شیخی که شکست او ز خامی خم من   زو عیش و نشاط باده خواران شد طی

گر بهر خدا شکست ای وای بمن   ور بهر ریا شکست پس وای بوی

القاص میرزا صفوی

چون شیر درنده در شکاریم همه   دایم بهوای نفس یاریم همه

گر پرده ز روی کار ما بردارند   معلوم شود که در چه کاریم همه

سلطان قاجار

قومے کہ بزعمِ مردمان متقیند — من ہیچ نگویمت تقی یا نقیند
چون یک یک فعلِ جملہ اندر نگریم — دزد و دغلند ملحدند و شقیند

الفت کردستانی

بازآ کہ ز عشق سرفرازی بکنیم — با گردشِ چرخ سفلہ بازی بکنیم
سازیم زمانہ بکامِ دلِ خویش — یکچند بیا زمانہ سازی بکنیم

مرزا ابوالقاسم شیرازی

با فلان گفتم اے پسر پدرت — تجربہ بازیرکی ارچہ نان نخورد
گفت ترسید زر دو غنی کہ مباد — سایہ اش دست سوی کاسہ برد

تاراج اصفہانی

در صومعہ شیخ قصۂ تازہ کند در دیر کشیش ذکر آوازہ کند

آسودہ کسیکہ بر حدیث ہر دو یک گوش چو در یکیے چو دروازہ کند

ہادی ابرقوہی

دنیا داراں صلای احساں ندہند جز حالت تپاں بفقیراں ندہند

ایں طائفۂ سوختنی ہمچو تنور تا گرم نگردند بکس ناں ندہند

منصور امغانی

در بستر آرزو غنودن تا کے تا کے مرہون نفس بودن تا کے

یکبار بلہو ہمسرے بالا کن بر درگہ خلق جبہہ سودن تا کے

جامی

جامی تن زن سخن طرازی تا چند　　افسون گری و فسانه سازی تا چند

اظهار حقایق به سخن هست محال　　ای ساده دل این خیال بازی تا چند

جامی

آلوده دلی که از هوس پاک نشد　　آسوده نشد سری که بیباک نشد

جز آب علف نکرد ضایع صیدی　　کافتاده به خم حلقهٔ فتراک نشد

جامی

از شرب مدام و لاف مشرب توبه　　وز عشق بتان سیم غبغب توبه

در دل هوس گناه و بر لب توبه　　زین توبهٔ نادرست یارب توبه

خسرو

دایم دل خود بہ معصیت شاد کنی   چون غم رسدت خدای را یاد کنی
دنیا ز تو رفتہ و ترا دعوی ترک   گنجشک پریدہ را چہ آزاد کنی

رکن صاین

بادعوی زہد فعل عصیان تا چند   با معنی کفر لاف ایمان تا چند
برخیز کہ دلق زرق را پارہ کنم   این زہد عیان و فسق پنہان تا چند

رکن صاین

مومن گشتیم کفر پنہان باقیست   جنگ آن شوخ ناپشیمان باقیست
مردیم و نمرد نفس کافر چہ علاج   آدم گردید خاک و شیطان باقیست

عاقل

مطلب ردای فقر اگر ابرام آبست
پس منعم سادہ ازچہ روبد نامست

ازخلوتِ زاہدِ ریائی پرہیز
اینجاست کہ درکردِ رمیدن دامست

رودکی سمرقندی

روی بمحراب نہادن چہ سود
دل بہ بخارا و بتانِ طراز

ایزدِ ما وسوسۂ عاشقی
از تو پذیرد و نپذیرد نماز

ابو زراعہ جرجانی

ہرآں کسیکہ نباشد زاہلِ فضل تمام
بود ہمہ ہنرِ او بخلق نامقبول

شعار مجلسِ ہمہ دیوانگی و فصاحت و حشو
سخا گزاف و کریمی فساد و فضل فضول

شاپور

آثار صفا ز اہل تزویر مخواہ
بوی عنبر ز طینت سیر مخواہ

از زاہد خشک رمز عرفان مطلب
بینائی از آئینۂ تصویر مخواہ

شاپور

آن فرقہ کہ خویش را ولی میدانند
بیچارہ عوام را بخود می خوانند

اللہ و رسول بر زبان می رانند
چون در نگرے خلیفۂ شیطانند

طالب آملی

مہلت اگر توبہ شکستم من مست
کز رنج خمار رفتہ بودم از دست

دل بد نکنم کہ توبہ ہم ساغر نیست
کز جادۂ گر شکنندش نتوان بست

طالب آملی

در کفر تو ننگم از مسلمان آید | رشکم بر کیش بت پرستان آید

سجاده نه از زهد بر آتش ننهم | می ترسم از آن که بوی ایمان آید

طالب آملی

آنم که بکام خواهش خویشتنم | گه سجده بر کنشت و گه بت شکنم

[illegible] و در صومعه زنار دهم | تسبیحم و در سلسلهٔ برهمنم

طالب آملی

زاهد که بساط انجمن را شکند | ور توبه دل توبه شکن را شکند

آن مایه غرور هست که گر از خاکش | سازی خم باده خویشتن را شکند

طالب آملی

آں بادہ کہ دوش بہ اہب پیروزد — خوردیم وبدا دروح رانشہ ورد
آلودۂ توبہ شد لب مشرب ازو — گوئی بخم سرکۂ زاہد پرورد

ملا محمد سعید اشرف

گر سفلۂ دوں ز اہل تمکیں گردد — درحال ز راہ ورسم پیشیں گردد
از دولت عارضی کند خود راگم — مانند پیادۂ کہ فرزیں گردد

سید شرف الدین اشرفی سمرقندی

دل نیست یکی جای نشست غم تست — جاں نیست یکی ہوا پرست غم تست
وین عمر بحیلۂ کہ مست غم تست — روزی چندست و آں بدست غم تست

نقی مکرہ

جز یادِ حق ار حاصلت از زندگی — شرمندگی حاصل این بندگی ست
ذکرت ہمہ فکرِ گاو خر وقت نماز — نہ بندگی ست اینکہ خر بندگی ست

شاہ ولایت اللہ

درویش شدن بہ چشم پوشی نبود — عارف بودن بہرزہ جوشی نبود
کافی ست اشارہ از مقامِ تحقیق — در حضرت او بادہ فروشی نبود

آقا عبد الباقی ندوی

یا عاشقِ حق گذار می باید بود — یا فاسقِ ہرزہ کار می باید بود
نی عاشق و نی فاسق و پس در دنیا — از بہر چہ کارے باید بود

امیر خسرو

تا کی بزبان طاعت و اندر دل جام   بگرفت قلم زین گنه تقوی نام

دردی بمن آور چو مُی نیست بجام   میخوارۂ پختہ بہتر از صوفی خام

شیخ نجم الدین کبری

قلاش و سیہ گلیم و عاشق بودن   میخوارہ و بت پرست و فاسق بودن

در کنج خرابات موافق بودن   بہ زانکہ بخرقہ در منافق بودن

علی حزیں

پرسید ز یار خود یکے از یاراں   کای یار بگو چگونہ گفت ایجاں

فرسودہ شد از خوردن نعمت دنداں   لیک از گلہ کرد ز دنیا سود زباں

سلطان حسین مرزا

در عشق بتان بی سر و سامان بودن ‌ ‌ ‌ همدم همه دم با غم ایشان بودن

رفتن بکلیسا و بستن زنار ‌ ‌ ‌ به زانکه بتقلید مسلمان بودن

عهدی ساوجی

برهم زده گرگ گله را چوپان کو ‌ ‌ ‌ این پست و بلند دهر را سوهان کو

کافر شده ابنای زمان نوح کجاست ‌ ‌ ‌ فاسد شده اجزای زمین طوفان کو

سحابی استرآبادی

خوش آنکه بوصل خویش واصل شده است ‌ ‌ ‌ بیرون از قید سهل و مشکل شده است

فخر از عزت مدار و ننگ از خواری ‌ ‌ ‌ کاین خاک بسی گل شد و گل شده است

مولانا جلال الدین رومی

بدمیکنی و نیک طمع می داری　　هم بد باشد سزائے بدکرداری

با آنکه خداوند کریم ست و رحیم　　گندم ندهد بار چو جو می کاری

امیر مغیث محوی

زانها که بجو نشستن فردوی چه شنیدی　　بنمائے بگو که در چه سودی چه شنیدی

تا کے گوی که یک دو روز مهلت　　عمری محوی که زنده بودی چه شنیدی

خواجہ حسین مروی

ای کافر بد عهد مسلماں نشدی　　شرمنده و منفعل ز عصیاں نشدی

عمر تو تمام در ضلالت بگذشت　　افسوس که از کرده پشیماں نشدی

محمد افضل سرخوش

گشتیم بهر کوچه و بازاری بسی   در دهر نیافتیم یک همنفسی
سرخوش چو کتاب هر گرامی بینم   گوید از خویش و نشنود حرف کسی

نواب

یکچند به بزم فقه کاران رفتم   چندی بدر خرد گزران رفتم
دیدم همه اندیشهٔ دنیا سازیست   نواب بکوی دین شعاران رفتم

درد

ای درد گهی بآبیاری وضو   دل سوی شگفتگی نمی آرد رو
اکنون بدر میکده باید رفتن   کاین عقده گشاید مگر از دست سبو

درد

ای شیخ بہ خلق از کرامات مگو   اخبار پریشاں بمباہات مگو
منظور اگر بیہدہ گوئی باشد   دیگر چہ کم ست ایں خرافات مگو

درد

یک عمر قدم براہ افسانہ زدیم   یک چند در کعبہ و بتخانہ زدیم
المنۃ للہ کہ آخر ای درد   در میکدہ آمدیم و پیمانہ زدیم

درد

برہم چو گل ز دست اوراق خودیم   آتش زدہ شرار چقماق خودیم
از ماست ہر آنچہ درد بر ماست ہمہ   اے وای کہ با ایں ہمہ مشتاق خودیم

درد

گسیختیم و خیالِ خام پیدا کردیم
آزاد شدیم و دام پیدا کردیم

یعنی ای درد همچو عنقا از خلق
گم گردیدیم و نام پیدا کردیم

درد

در ملتِ عشق خوب و زشت دگر ست
هم کعبۂ دیگر و کنشت دگر ست

زاہد تو و گلچینیِ گلزارِ بہشت
خندیدنِ یار ما بہشت دگر ست

درد

اسرارِ صفا بہ پیش دنیا گفتن
بیجاست چو گوہر بخسائیں سفتن

اینے نرود کدورت از طبعِ دنی
از روی زمیں غبار نتواں رفتن

غالب دہلوی

فرصت اگرت دست دہد مغتنم انگار — ساقی و مغنی و شرابی و سرودے

زنہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند — حق را بسجودے و نبی را بدرودے

غالب دہلوی

شرط است کہ روی دل خراشیم ہمہ عمر — خونابہ برخ ز دیدہ پاشیم ہمہ عمر

کافر باشم اگر بمرگ مومن — چوں کعبہ سیہ پوش نباشم ہمہ عمر

غالب دہلوی

ہرکس ز حقیقت خبرے داشتہ است — بر خاک رہ عجز سرے داشتہ است

زاہد ز خدا ارم بدعوی طلبد — شداد بہانا یکسرے داشتہ است

غنی

مستان همه خفته اند در سایهٔ تاک   از گرمی خورشید قیامت بیباک

دنیا گویند مزرعهٔ آخرت ست   ای شیخ بریز دانهٔ سبحه بخاک

واقف دہلوی

مستوجب طعنه و یاد و دشنامیم   شایان ملامت دو عالم ماییم

سوزیم چراغ کعبه و بتخانه   بدنام کن دودهٔ آدم ماییم

آزاد بلگرامی

فسق است وفا و کار بیهودهٔ ما   پر شد ز حرام کاسه و کوزهٔ ما

می خندد روزگار بر گریهٔ ما   بر طاعت و بر نماز و بر روزهٔ ما

آزاد بلگرامی

ایں قوم کہ تقوائے ریائی وارند
دانی زچہ اسباب ورع جمع آرند
مسواک کہ دندان طمع تیز کنند
تسبیح کہ عیب مرداں بشمارند

گرامی پنجابی

شیخیم بمقدسیم غازی مائیم
ازراہ نشیناں حجازی مائیم
بے پردہ بہ کعبہ سجدہ گردان توئیم
در پردہ امام مہرہ بازی مائیم

ڈاکٹر سر محمد اقبال

رمیدی از خداوندان افرنگ
ولے بر گور و گنبد سجدہ پاشی
بہ لالائی چناں عادت گرفتی
ز سنگ راہ مولائے تراشی

ڈاکٹر سر محمد اقبال

ہزاراں سال با فطرت نشستم بہ او پیوستم و از خود گسستم
ولیکن سرگذشتم این دو حرف است تراشیدم ـ پرستیدم شکستم

بابا افضل کوہی

آں کس کہ درون سینہ را دل پنداشت گامے دو نرفتہ جملہ حاصل پنداشت
تسبیح و سجادہ توبہ زہد و ورع این جملہ رہ است خواجہ منزل پنداشت

سحابی استر آبادی

گر راز نہان حق تعالیٰ بینند کے سود و زیان خویشتن را بینند
خلقے بگمان اہل یقین اند ہمہ کوران خود را بخواب بینا بینند

بے ثباتی دنیا و غفلت

ابو سعید ؒ

روزے زپئے گلاب می گردیدم پژمردہ عذار گل در آتش دیدم

گفتم کہ چہ کردہ کہ می سوزندت گفتا کہ دریں باغ دمے خندیدم

ابو سعید ؒ

گر دشمن مرداں ہمگی حرق شود ہم برق صفت بخویشتن برق شود

گر سگ بمثل سوی دریا برود دریا نشود پلید سگ غرق شود

بابا افضل کوہی

گیرم کہ سلیمان نبی را پسری   بر باد نشستہ و جہاں می سپری
گیرم کہ بکام تست گیتی شب و روز   بنگر پدرت چہ برد تا تو چہ بری

بابا افضل کوہی

گر بر فلکی بخاک باز آرندت   ور بر سر نازی بہ نیاز آرندت
فی الجملہ حدیث مطلق از من بشنو   آزار مکن تا کہ نیازارندت

بابا افضل کوہی

گیرم کہ ہمہ ملک تو چین خواہد بود   آفاق ترا زیر نگیں خواہد بود
خوش باش کہ عاقبت نصیب من و تو   دہ گز کفن و سہ گز زمین خواہد بود

بابا افضل کوہی

رفتم بہ سر گور بعبرت بینی — دیدم ہمہ زار لعبتستان چینی
گفتم کہ چہ حال است شما را اینجا — گفتند چہ گوئیم چو آئے بینی

بابا افضل کوہی

گر یار بکام خویش ہمدم یابی — از عمر مراد خویش آندم یابی
زنہار غنیمت شمر آں یکدم را — شاید کہ دگر چناں کم یابی

بابا افضل کوہی

گر حاکم صد شہر و ولایت باشی — ور در ہنر فضل بغایت باشی
گر فاسق مطلقے و گر زاہد پاک — روزی دو سہ بگذرد حکایت باشی

مومن یزدی

زهر است حضور خلق اگر یک نفس است — تریاک بود تلخی اگر یک عدس است

محتاج به آشنائی خلق نه ایم — ما را الم نفس بد خویش بس است

مومن یزدی

داریم نصیب با شبستهٔ الم — نگذاشت که با دمی برآریم بهم

از اشک بپوز داده هم شب تا لب — کین اسپ چو داسپه میرود سوی عدم

قدسی

بر فرق هما اینهمه ستم دارد — اندیشه درین نکته هر اکم دارد

در سایهٔ مرغی چه گریزی قدسی — کو چشم به استخوان مردم دارد

قدسی

هر کار که در جهان میسر گردد — هرگاه به پایان رسد ابتر گردد

نیکو نبود هیچ مرادے بکمال — چوں صفحه تمام شد ورق بر گردد

حکیم خاقانی

دانی ز جهاں چه طرف بربستم هیچ — وز حاصل ایام چه در دستم هیچ

شمع طربم ولے چو بنشستم هیچ — آں جام جمم ولے چو بشکستم هیچ

شهید بلخی

دوشم گذر افتاد به ویرانهٔ طوس — دیدم جغدے نشسته جاے طاؤس

گفتم چه خبر داری ازاں ویرانه — گفتا خبر این است که افسوس افسوس

شہید بلخی

اگر غم را چو آتش دود بودے جہاں تاریک بودے جاودانہ
دریں گیتی سراسر گر بہ گردے خردمندے نیابی شادمانہ

سحابی استرآبادی

دنیا بگذار و بگذر از شور شرش آلودہ مشو چو مردم بے بصرش
کشتی چو شکست خواجہ با او دریا مشکے پر باد بہ کہ انبان زرش

سحابی استرآبادی

از خلق جہاں آنکہ ہنرور تر است مفلس تر و خامش تر و بیکار تر است
در باغ بہ سرو باغبانی بگفت خوش میوہ ترین درخت کم بار تر است

سحابی استرآبادی

مادام که دست کس به بهبودی نیست — کم راه برو که غیر او بودی هست

بروفق مراد تو ازان نیست فلک — تا دریابی غیر تو وجودی هست

سحابی استرآبادی

هر چند زمانه شور و شر انگیزد — بشکیب که گر نه زان بتر انگیزد

نتوان بر موج بحر دست ار زد — کان دست زدن موج دگر انگیزد

سحابی استرآبادی

ای شیشه و دوش دیش نه داد تو خوش — یک ساغر نیست زغم آباد تو خوش

بگرفت دلم زغربت آباد وجود — ای مسکن بالوف عدم باد تو خوش

سحابی استرآبادی

تا چند اسیر چرخ سرکش بودن　　بے حاصل و ناخوش و مشوش بودن
جز مردن نیست غایت سیر جهان　　نتوان بامید مردنی خوش بودن

خفی خوانساری

در دهر ز اهل درد آنکس فرد است　　کز خلق مجرد و ز علایق فرد است
خورشید که هست عالم آرا ز حق　　روشن دل از آن است که تنها گرد است

مسعود سعد سلمان

نه هست مرا به شادی دسترسے　　نه گفت توانم غم خود را به کسے
صد غم دارم نهفته در هر نفسے　　در من نگرید و شکر گویید بسے

مسعود سعد سلمان

نه روز مرا هنر هم و نه شب و غن — زین هر دو بر آسود مرا دیده و تن

در حبس شدم به مهر و مقانع من — کاین ورزم گرم دارد و آن شب روشن

بایزید بسطامی

کو سوخته که سازمش همدم خویش — یا دل شده که باشمش محرم خویش

پس هر دو به کنج خلوتے بنشینیم — من ماتم خویش دارم او ماتم خویش

عمر خیام

دوشینه پے گلاب میگردیدم در طرف چمن — پژمرده گلے میان گلها دیدم پژمرده چو من

گفتم که چه کرده چنین سوزی ای عاشق را — گفتا که بسی درین چمن خندیدم این است سزا

عمر خیام

آں قصر کہ با چرخ ہمی زد پہلو	بر درگہ او شہاں نہادندے رو

دیدیم کہ بر کنگرہ اش فاختۂ	بنشستہ ہمی گفت کہ کوکو کوکو

عمر خیام

آمد سحری ندا ز میخانۂ ما	کای رند خراباتی دیوانۂ ما

برخیز کہ پر کنیم پیمانہ ز مے	زاں پیش کہ پر کنند پیمانۂ ما

عمر خیام

برخیز و بیا بتا برای دل ما	حل کن بجمال خویشتن مشکل ما

یک کوزہ مے بیار تا نوش کنم	زاں پیش کہ کوزہ ہا کنند از گل ما

عمر خیام

ای دل ز زمانه رسم احسان مطلب
وز گردش دوران سر و سامان مطلب
درمان طلبی درد تو افزون گردد
با درد بساز و هیچ درمان مطلب

عمر خیام

ای چرخ فلک خرابی از کینهٔ تست
بیدادگری عادت دیرینهٔ تست
ای خاک اگر سینهٔ تو بشکافند
بس گوهر قیمتی که در سینهٔ تست

عمر خیام

ساقی چو زمانه در شکست من و تست
دنیا نه سراچهٔ نشست من و تست
گر زانکه بدست من و تو جامی هست
[illegible]

عمر خیام

گر کار تو نیک ست به تدبیر تو نیست
ور شر بود نیز به تقصیر تو نیست

تسلیم و رضا پیش کن و شاد بزی
چون نیک و بد جهان به تدبیر تو نیست

عمر خیام

ای دل چو نصیب تو همه خون شدنست
احوال تو هر لحظه دگرگون شدنست

ای جان تو درین تنم چه کار آمده
چون عاقبت کار تو بیرون شدنست

عمر خیام

در هر دشتی که لاله زاری بودست
آن لاله ز خون شهریاری بودست

هر برگ بنفشه کز زمین می روید
خالیست که بر رخ نگاری بودست

عمر خیام

پیش از من و تو لیل و نهاری بودست   گردنده فلک برای کاری بودست

زنهار قدم بخاک آهسته نهی   کان مردمک چشم نگاری بودست

عمر خیام

ای دل چو زمانه می کند غمناکت   ناگه برود ز تن روان پاکت

بر سبزه نشین و خوش بزی روزی چند   زان پیش که سبزه بردمد از خاکت

عمر خیام

بس خون کسان که چرخ بیباک بریخت   بس گل که برآمد از گل و پاک بریخت

بر حسن و جوانی ای پسر غره مشو   بس غنچهٔ ناشگفته برخاک بریخت

عمر خیام

طوریست که صد هزار موسی دیدست
دیریست که صد هزار عیسی دیدست
قصریست که صد هزار قیصر بگذشت
طاقیست که صد هزار کسری دیدست

عمر خیام

دنیا دیدی و هرچه دیدی هیچ است
وان نیز که گفتی و شنیدی هیچ است
سرتاسر آفاق دویدی هیچ است
وان نیز که در خانه خزیدی هیچ است

عمر خیام

شادی مطلب که حاصل عمر دمی ست
هر ذره ز خاک کیقبادی و جمی ست
احوال جهان و اصل این عمر که هست
خوابی و خیالی و فریبی و دمی ست

عمر خیام

این کہنہ رباط را کہ عالم نام ست — آرام گہ ابلق صبح و شام ست

بزمیست کہ وا ماندۂ صد جمشید ست — قصریست کہ تکیہ گاہ صد بہرام ست

عمر خیام

آں قصر کہ بہرام درو جام گرفت — روبہ بچہ کرد و شیر آرام گرفت

بہرام کہ گور می گرفتے دایم — امروز نگر کہ گور بہرام گرفت

عمر خیام

چوں عمر ہمی رود چہ بغداد و چہ بلخ — پیمانہ چو پر شود چہ شیریں و چہ تلخ

می نوش کہ بعد از من و تو ماہ بسی — از سلخ بغرہ آید از غرہ بسلخ

عمر خیام

آنها که کهن شدند آنها که نواند　　هر یک بمراد خویش یک یک بروند

این سفله جهان بکس نماند جاوید　　رفتند و روند و دیگر آیند و روند

عمر خیام

کم کن طمع از جهان بیری خورسند　　وز نیک و بد زمانه بگسل پیوند

خوش باش چنانکه این دور فلک　　هم بگسلد و نپاید این روزی چند

عمر خیام

این کوزه گران که دست در گل دارند　　عقل و خرد و هوش بر آن بگمارند

مشت و لگد و طپانچه تا چند زنند　　خاکی بدهان ست چه می پندارند

عمر خیام

لب بر لب کوزه هیچ دانی مقصود   یعنی لب من نیز چو لبهای تو بود

آخر چو وجود من نماند موجود   لبهات چنین شود بفرمان ودود

عمر خیام

گویند بهشت حوض و کوثر باشد   وانجا مئی ناب و شهد و شکر باشد

پر کن قدح باده و بر دستم نه   نقدی ز هزار نسیه خوشتر باشد

عمر خیام

افسوس که نامهٔ جوانی طی شد   وین تازه بهار شادمانی طی شد

وان مرغ طرب که نام او بود شباب   فریاد کی آمد و ندانم کی شد

عمر خیام

افسوس که سرمایه زکف بیرون شد   در دست اجل بسی جگرها خون شد

کس نامد ازان جهان که تا پرسم ازو   کاحوال مسافرانِ عالم چون شد

عمر خیام

گویند که مرد را هنر می باید   یا نسبت عالی پدر می باید

اینها همه در زمان سابق بودند   بالفعل درین زمانه زر می باید

عمر خیام

خوش باش که عالم گذران خواهد بود   روح از پی تن نعره زنان خواهد بود

این کاسه ها که تو بینی یک چند   زیر قدم کوزه گران خواهد بود

عمر خیام

من دامن زہد و توبہ طے خواہم کرد — با موی سفید قصد می خواہم کرد
پیمانہ عمر من بہفتاد رسید — ایندم گر نکنم نشاط کے خواہم کرد

عمر خیام

دی کوزہ گری بدیدم اندر بازار — بر پارہ گلے لگد ہمی زد بسیار
وان گل بزبان حال با وی میگفت — من ہمچو تو بودہ ام مرا نیکو دار

عمر خیام

عمر تو چہ دو صد و چہ سی صد چہ ہزار — زین کہنہ سرا برون برندت ناچار
گر پادشہی و گر گدای بازار — این ہر دو بیک نرخ بود آخر کار

عمر خیام

لب بر لب کوزه بردم از غایت آز — تا زو طلبم واسطهٔ عمر دراز

با من بزبان حال می گفت این راز — عمرے چو تو بوده ام دمی با من ساز

عمر خیام

مرغی دیدم نشسته بر بارهٔ طوس — در پیش نهاده کلهٔ کیکاوس

با کله همی گفت که افسوس افسوس — کو بانگ جرسها و کجا نالهٔ کوس

عمر خیام

در کارگه کوزه گری بودم دوش — دیدم دو هزار کوزه گویا و خموش

هر یک بزبان حال با من گفتند — کو کوزه گر و کوزه خر و کوزه فروش

عمر خیام

ای چرخ ز گردش تو خرسند نیم　　آزادم کن که لایق بند نیم
گر میل تو با بی‌خرد و نااهل است　　من نیز چنان اهل و خردمند نیم

عمر خیام

محرم هستی که با تو گویم همدم　　کز اول کار خود چه بودست آدم
محنت زده سرشته از گل غم　　یک چند جهان بخورد و برداشت قدم

عمر خیام

غره چه شوی به مسکن و کاشانه　　بر عمر که هست حاصلش افسانه
همخوابه بادی و تو افروزی شمع　　بر رهگذر سیل چه سازی خانه

عمر خیام

در کارگه کوزه گری کردم رای — در پائه چرخ دیدم استاده بپای

میکرد سبو و کوزه را دسته و سر — از کله پادشاه و از دست گدای

عمر خیام

بر سنگ زدم دوش سبوی کاشی — سرمست بدم که کردم این اوباشی

با من بزبان حال می گفت سبو — من چون تو بدم تو نیز چون من باشی

عمر خیام

ای کوزه گرا بکوش اگر هشیاری — تا چند کنی بر گل آدم خواری

انگشت فریدون و کف کیخسرو — بر چرخ نهاده چه می پنداری

عمر خیام

برکوزہ گرے بزیرکردم گذری از خاک ہمی نمود ہر دم ہنرے
من دیدم اگر ندید ہر بی بصری خاک پدرم برکف ہر کوزہ گرے

عمر خیام

ای چرخ چہ کردہ ام ترا راست بگوے پیوستہ فگندہ مرا در تگ و پوے
نانم ندہی تا نبری کونے بگوے آبم ندہی تا نبری آب ز روے

رضی آرتیمانی

ہر چند کہ پوشیدہ ترم عور ترم ہر چند کہ نزدیکترم دور ترم
سبحان اللہ ازان جمال از حیرت ہر چند کہ بینندہ ترم کور ترم

ملا محسن فیضی

ای آنکه گمان کنی که داری همه چیز — اینک روی از جهان گذاری همه چیز
یابی باقی اگر ز فانی گذری — داری همه چیز اگر نه داری همه چیز

شیخ سعدی

آن گل که هنوز نو بدست آمده بود — نشکفته تمام باد قهرش بربود
بیچاره بسی امید در خاطر داشت — امید دراز و عمر کوتاه چه سود

شیخ سعدی

چون حال بدم در نظر دوست نکوست — دشمن ز جفا گو تنم برکن پوست
چون دشمن بی رحم فرستادهٔ اوست — بد چون دهم اگر نه دارم این دشمن دوست

شیخ عراقی

هرچند که دل ز غم عشق آئین است   چشم است که آفتِ دل مسکین است

من معترفم که شاهدِ دل معنیست   اما چه کنم که چشم صورت بین است

ملا محمد صادق

آنکس که خلا گفت محالست کجاست   تا کیسهٔ من بیند و گوید که بجاست

از کیسه و دل بپرس احوال مرا   شرمندهٔ این طائفه ام تا پیداست

ملا محمد صادق

کنجے فارغ نشستن از دنیا به   از منصب بے بقایش استغنا به

دنیا زنِ زشت طالبانش شوهرند   شوے زن زشت اگر نابینا به

اشرفی سمرقندی

دل بستهٔ روزگار پر زرق شدن — یا شیفتهٔ بقای چون برق شدن

چون مردم اندک آشنا در گرداب — دستی زدن است و عاقبت غرق شدن

اشرفی سمرقندی

آنم که همه حریر پوشیدستم — تا سوزن خاییدن شکر دهم

امروز بدلق لنگ خرسندستم — ای گردش روزگار کوری که منم

سرمد

سرمد تو ز هیچ خلق یاری مطلب — از شاخ برهنه سایه داری مطلب

عزت ز قناعت است و خواری ز طمع — با عزت خویش باش و یاری مطلب

سرمد

ہر کس بجہان از پئے نان دوست بود — یک دوست ندیدیم ز جان دوست بود
چون سگ ز پئے لقمہ بہر در بدوند — این ست نشان کہ نام شان دوست بود

سرمد

از اشک جگر تمام دریا شدہ ام — آشفتہ و دیوانہ صحرا شدہ ام
از صحبت ہمرہان بوحدت قسمت — تنہا شدہ ام رفیق عنقا شدہ ام

سرمد

در دہر اگر ہمسر افلاک شوی — پستی بگزین کہ عاقبت خاک شوی
آسودگی جہان نیرزد بہ جوی — دامن افشان ز حرص تا پاک شوی

سرمد

افسوس که غافل تو ز هستی هستی پیوسته ز صهبای رعونت مستی
هر چند شوی بلند چون شعلهٔ خس از شامت سرکشی در آخر پستی

سرمد

افسوس ز سر تا بقدم بوالهوسی اندیشه بکن ببین چه چیزی چه کسی
آزاد بشو ز دام غفلت گفتم تا در هوسی - اسیر اندر قفسی

سرمد

افسوس که از کردهٔ خود بیباکی در دست هوس جیب گریبان چاکی
این یک دو نفس هستی خود هست شما پندار که بر خاک نه در خاکی

ملا رشدی رستم واری

ہست ایں کرۂ گل اثر مقبرۂ　　گردوں لحدے برزبر مقبرۂ

گیتی لحدے و ما ہمہ مردہ دراو　　خورشید چراغے بہ سر مقبرۂ

ابن یمین

ز روزگار حوادث امید امن مدار　　کہ در تموز ندارد دلیل برف ہوا

جہاں بحجۂ سربستہ ماند از تقدیر　　بروں برنگ منقش دروں زہر بلا

ابن یمین

ہر کرا مال ہست خوردن نیست　　آوازاں مال بہرہ کے دارد

یا بہ تاراج حادثات رود　　یا بمیراث خواہ بگزارد

ابن یمین

تعجب است مرا از طریق اهل خرد — که خویش را ملک الملک اعتبار کند

به منفعت که ندارند خلق آزارند — چو منصبی که نیابند افتخار کند

ابن یمین

اقبال را بقا نبود دل بر آن منه — عمرے که در غرور گذاری هبا بود

ور نیست باورت ز من اکنون تو خود ببین — اقبال را چو قلب کنی لا بقا بود

ابن یمین

ستمگرا فلکا کج روا جفا کارا — نگوییت که مرا تاج و تخت شاهی ده

نوی و کهنه رباطی و یک دو سر گردال — ز هر که خواه ستان و به هر که خواهی ده

ابن یمین

منگر که دل ابن یمین پرخون شد — بنگر که ازین سرای فانی چون شد

مصحف بکف و چشم به ره و روی بدوست — با پیک اجل خنده زنان بیرون شد

حافظ شیرازی

گل گفت اگر دسته گلی داشتمی — بگرفتمی اگر بهی داشتمی

با تنگی مرا چنین می سوزند — ای وای اگر گنجی داشتمی

حافظ شیرازی

گل را دیدم نشسته بر تخت شهی — گفتا بشنو راستی از مرد رهی

من طفل قلم و گنگ زبان افروشم — ای قطره چو که بپیری در گرهی

حافظ شیرازی

گویند کہ فردوس بریں خواہد بود فردا مئے ناب و حورِعین خواہد بود
گر ما مئے و معشوق گزیدیم چہ باک چوں عاقبتِ کار چنیں خواہد بود

حافظ شیرازی

از یار وفا کہ دید تا من بینم راحت ز جفا کہ دید تا من بینم
تو عمرمنی و بیوفائی چہ کنم از عمر وفا کہ دید تا من بینم

شاہ سبحان خاقی

خواہی کہ ترا رتبۂ ابرار رسد مپسند کہ بر کس ز تو آزار رسد
از مرگ میندیش و غم رزق مخور کان ہر دو بوقت خویش ناچار رسد

تمکین شیروانی

تمکین دیدی که جمله دیدی و گذشت　　رفتی و رساندی و رسیدی و گذشت
غمگین نشوی که واعظت کافر خواند　　فرداست که این نیز شنیدی و گذشت

عاشق اصفهانی

ای ساقی گل چهره زیبائی همه　　ای سرو سهی قامت رعنائی همه
پُر کن قدحی که زود خواهی دیدن　　خالی بکنار این چمن جای همه

منصف قاجار

خواهی که غم زمانه پستت نکند　　خیل الم آهنگ شکستت نکند
در گردش چشم دلبران دیده ببند　　هشدار که یک پیاله مستت نکند

نصیرالدین اصفهانی

آمد سپه بهار و شد لشکر دی بر شاخ شجر شکوفه چون افسر کی

زان پیش که خیل دی رسد باز ز پی در پای گل از دست منه ساغر می

هدایت طبرستانی

این درد چه دردیست که درمانش نیست این کار چه کاریست که سامانش نیست

بسیار قدم زدیم و شد راه تمام این راه چه راهیست که پایانش نیست

امیر الواثق

افسوس که مرغ عمر را دانه نماند امید بهیچ خویش و بیگانه نماند

دردا و دریغا که درین مدت عمر از هرچه بگفتیم جز افسانه نماند

امیر ابو اسحٰق

با چرخ ستیزہ کار مستیز و برو
با گردش دہر در میامیز و برو
یک کاسہ زہر است کہ مرگش خوانند
خوش در کش و جرعہ در جہاں ریز و برو

جامیؒ

گیرم کہ ز علم واضع زیج منم
فرماں دہ روزگار پر پیچ منم
از دیدہ اعتبار چوں در نگرم
دنیا ہیچ است و ہیچ در ہیچ منم

جامیؒ

آنرا کہ شراب ناب بیہوش کرد
از موی سفید پنبہ در گوش کرد
ایام شباب یک یک آید یادش
چوں خواب خوشی کہ کس فراموش کرد

ارشد سمرقندی

کسے کز وی ہنر و عیب باز خواہی جست — بہانہ ساز و بگفتارش اندر آر نخست

سفال را ز طپانچہ زدن ببانگ آرد — ببانگ گردد پیدا شکستگی ز درست

اوحد الدین کرمانی

اوحد در دل میزنی آخر دل کو — عمریست کہ راہ میروی منزل کو

تا کے گوئی ز خلوت و خلوتیاں — پنجاہ و دو چلہ داشتی حاصل کو

اوحد الدین کرمانی

ای چرخ چو مہر زیر تیغت بردہ — گیتی بستم اجل بہ تیغت بردہ

پروردہ بصد ناز جہانت اول — و آخر ز جہاں بصد دریغت بردہ

بدیعی سیستانی

تا کے باشی برای نانی بامید هر جای و هر دری چو قرص خورشید

بازادهٔ خاطر و نم دین بساز کاین آب وان نیست وان نان سفید

بندار رازی

از مرگ حذر کردن دو روز روا نیست روزیکه قضا باشد و روزیکه قضا نیست

روزیکه قضا باشد کوشش ندهد سود روزیکه قضا نیست درو مرگ روا نیست

بندار رازی

با بط میگفت ماهئی در تب و تاب غم نیست بجوی رفته باز آید آب

بط گفت چو من قدید گشتم تو کباب دنیا پس مرگ ما چه دریا چه سراب

بہاء الدین بغدادی

اے طالبِ دنیا تو یکے مزدوری   وے طالبِ خلد از حقیقت دوری

اے شاد بہر دو عالم از بے خبری   شادی کہ غمش ندیدہ معذوری

کمال الدین اصفہانی

چو عادت است کہ ابنائے وقت در ہر عہد   کرم بلاف ز عہد گذشتہ وا گویند

بر آں گروہ بباید گریست زیں پس ما   حکایتِ کرم از روزگارِ ما گویند

نصیر الدین طوسی

گر زانکہ بر استخواں نماند رگ و پے   از خانۂ تسلیم منہ بیروں پے

گردن منہ ار خصم بود رستمِ زال   منت مکش ار دوست شود حاتم طے

نصیرالدین طوسی

ای بیخبران شکل موهوم هیچست — وین دایره و سطح مجسم هیچست
خوش باش که در نشیمن کون و فساد — وابستهٔ یکدمی و آنهم هیچست

مجیر بیلقانی

گل صبحدم از باد برآشفت و بریخت — وز حالت خود حکایتی گفت و بریخت
بدعهدی عمر بین که خونین دل این — سر بر زد و غنچه کرد و بشگفت و بریخت

مراد قزوینی

ای مولوی از کبر و فراغت گنده — هر کس که کند بر تو سلام این بنده
چندان حرکت بکن که اندر دی قبا — معلوم شود که مرده یا زنده

مقیمی

افسوس که گلرخان کفن پوش شدند   وز خاطر یکدگر فراموش شدند
آنان که بصد زبان سخن می گفتند   آیا چه شنیدند که خاموش شدند

مقیمی

دنیا خوابی ست کش عدم تعبیرست   صید اجل ست گر جوان و پیرست
هم روی زمین گست و هم زیر زمین   این صفحهٔ خاک هر دو رو تصویرست

یحیی کاشی

یحیی بجهان نمیتوان خندان شد   حیف از عمری که صرف زندان شد
دل زنده کسی بود که چون شمع مزار   پیش از مردن مقیم گورستان شد

یعقوب ترکمان

دنیا که دران ثبات کم می بینیم — در هر فرحش هزار غم می بینیم

چون کهنه رباطی ست که از هر طرفش — راهی به بیابان عدم می بینیم

احمد ملاطی

ایام شباب رفت و خیل حشمش — تلخ ست می پیری و من می چشمش

خم گشته قدم ز پیری و من ز عصا — زه کرده ام این کمان و خوش می کشمش

حاجی

درخوابگه جهان من شیدائی — چشمی که بگشودم از پئے بینائی

دیدم که درو نبود بیدار کسے — من نیز بخواب رفتم از تنهائی

حاجی

تا درنگری نه سرو ماند است و نه بید — نی خارستان غم نه گلزار امید

دهقان فلک خرمن عمر ما را — می پیماید بکیل ماه و خورشید

لطفی تبریزی

یکچند پی گردش افلاک شدیم — یکچند پی دانش و ادراک شدیم

از آمد و رفت خویش هیچی نه بینیم — کز خاک برآمدیم و در خاک شدیم

مظفر کرمانی

افسوس که همدمان مونس رفتند — یاران موافق و همنفس رفتند

آنان که بهم نشسته بودیم همه — هر یک به بهانه ز مجلس رفتند

معین شیرازی

ایام بقا چو باد نوروز گذشت — روز و شب ما بمحنت و سوز گذشت
تا چشم نهادیم بهم صبح دمید — تا چشم گشادیم زهم روز گذشت

مهدی کوکب

چون حاصل عمر تو فریبی و دمی ست — بیداد مکن گرت بهر دم ستمی ست
مغرور مشو بخود که اصل من و تو — گردی و شراری و نسیمی و دمی ست

میر ترتی

دائم بگناه نفس راغب بوده — قالب عاصی و روح تائب بوده
مو گشت سفید و رو سیه هم بوده — این پیری من صباح کاذب بوده

نجم الدین رازی

هر سبزه که بر کنار جوی رسته است　　گویی ز خط فرشته خوی رسته است

تا بر سرِ لاله پا بخواری ننهی　　کان لاله ز خاکِ ماهروی رسته است

هلالی

تا کی دلت از چرخ حزین خواهد بود　　با محنت و درد همنشین خواهد بود

خوش باش که روزگار پیش از من و تو　　تا بود چنین بود و چنین خواهد بود

عاقل

یک شیشه ندیدم که تو اش سنگ نه　　یک گل نشکستم که تو اش رنگ نه

ای مایهٔ داد این چه بیدادگریست　　صلحی نشنیدم که تو اش جنگ نه

شمس الدوله محمد بلخی

ہر لالہ کہ چشم کوہسارے بودست　صد قطرہ ز خون تاجدارے بودست
مپسر بقدم سبزۂ بستاں گستاخ　کان وسمہ ابروی نگاری بودست

بیدل

گیرم کہ سریت ز بلور و شیشہ ست　سنگش داند ہر آنکہ او را چشم ست
این مسند قاقم و سمور و سنجاب　در دیدۂ بوریا نشینان پشم ست

مشتاق

گل روی بت عشوہ فروشی بودست　نرگس چشم پیالہ نوشی بودست
خاکی کہ درین چمن بر و می گذریم　پای و سری و چشم و گوشی بودست

ملایک قمی

با بط ہمی گفت ماہیے در تب و تاب — می گشت چو در آتش سوزندہ کباب
دردا و دریغا کہ درین دیر خراب — گہ بر سر آتشیم و گہ بر سر آب

علی حزین

خورشید علم بکوہساران زد و رفت — دلدار در امیدواران زد و رفت
بلبل بوستان نوبہاران زد و رفت — گل خندہ بوضع روزگاران زد و رفت

علی حزین

چون چرخ فلک در اضطرابیم ہمہ — در محنت و غم بہ پیچ و تابیم ہمہ
از بہر دو روزہ عمر اے یار عزیز — بنگر کہ چگونہ در عذابیم ہمہ

امیر کیکاوس بن قابوس

گر مرگ برآورد ز بدخواہِ تو دود
از مردن او شاد چرا گشتی زود

چوں مرگ مرا نیز نخواہد فرسود
از مرگ کسے شاد چرا باید بود

فصاحت خان رازی

راحت ز ازل نیست بعالم موجود
زیں مہلکہ ہر کس کہ بروں رفت آسود

عمریست بزنداں چو دم راہی
در قید حیات تا کجے خواہد بود

عرفی شیرازی

رفتم بجنازۂ یکے تن کہ فسرد
صد سال ز باغ عیش گل چید و مرد

گفتم کہ بروں بری ازیں باغ و بہا
گفتا دل پر خوں کہ توہم خواہی برد

مرزا فصیحی هروی

دوران فلک ز روشبان میگذرد | بس دور گذشت همچنان میگذرد
از بهر دو روزه عمر دلتنگ مباش | ای غنچه شگفته شو جهان میگذرد

مرزا جلال الدین ابوالخیر عاشق

نه سایه بیدولی سخن خواهد ماند | نه حسن بتان سیم تن خواهد ماند
این عالم بیوفا که من می بینم | نی ناز تو نی نیاز من خواهد ماند

مُلّا محمد صوفی

ای شاه نه تخت و نه نگیں می ماند | آخر تو یک وجب زمیں می ماند
صندوق خود و کاسه درویشانرا | خالی کن و پر کن که همیں می ماند

کمال الدین اسمٰعیل

ایوان سرِ برِ فلک افراشتہ گیر   وین زیرِ زمین بگنج انباشتہ گیر

وین سیم کہ جو جو بہمش می آری   خرمن خرمن بجا بگذاشتہ گیر

کمال الدین اسمٰعیل

ای دل زر و سیم را بیندیش و بخور   آن وزر بسی راغمی از پیش بخور

اندر غم این و آن بسر بردی عمر   خوردی غم ہر چیز و غم خویش بخور

مولانا حسین ندیمی

زین تودۂ خاک چون مسیحا بگذر   از خواب و خور و سبزہ و صحرا بگذر

خر نیستے از آب و علف دست بدار   سگ نیستے از جیفۂ دنیا بگذر

خان اعظم موسوم بمیرزا کوکا

ای دل چو بود عاریت عمر عزیز زنهار که صرفش مکن الا بدو چیز
یا هنر نگاری که پسندیده بود یا صحبت یاری که بود اهل تمیز

شیخ عطار

دی بر سر خاک دوستی با دل ریش می باریدم خون جگر بر رخ خویش
آواز آمد که چند گریی بر ما بر خود بگری که کار داری در پیش

حاجی محمد خان قدسی مشهدی

زد قافله سالار پی کوچ دهل تو گرم بخوردن می و چیدن گل
برخیز ز آب بگذران بارت را زان پیش که آب بگذرد از سر پل

شیخ احمد غزالی

پاک از عدم آمدیم و ناپاک شدیم آسوده در آمدیم و غمناک شدیم

بودیم ز خاک تیره در آتش و آب دادیم بباد عمر و در خاک شدیم

ملا شرف الدین علی یزدی

گر جام طرب بسندیم زده ایم جز باد بدست نیست تا دم زده ایم

پیدا شده عالمے و پنہاں گشتہ تا چشم گشادہ ایم و برہم زده ایم

سلطان سنجر سلجوقی

ما جان بجهاندار سپردیم و شدیم زحمت ز میان خلق بردیم و شدیم

روزی دو سہ گر بما سپردند جہاں ما نیز بدیگراں سپردیم و شدیم

میر باقر داماد اشراق

اشراق دل از غم بتان شاد مکن   بت خانه ز سنگ کعبه آباد مکن

این پر فسار اسر آبادی نیست   رو در ره سیل خانه بنیاد مکن

جہانگیر بادشاہ

ای آنکه غم زمانه پاکت خورده   اندوه دل وسوسه ناکت خورده

مانند قطره‌های شبنم بزمین   جا گرم نکرده که خاکت خورده

حکیم رکنائی مسیح

ای خواجه که رخ چو بدر آراسته   تا در نگری چو ماه نو کاسته

امروز بکش باده که فردا چون گرد   از دامن روزگار برخاسته

فضلی جربادقانی

فضلی چه بکار خویش حیران شده   فرداست که چون گل از گلستان شده

مانند مزار بیکسیان بر سر راه   تا در نگری بخاک یکسان شده

شیخ رباعی مشهدی

هنگام سپیده دم خروس سحری   دانی که چرا همی کند نوحه گری

یعنی که نمودند در آئینهٔ صبح   کز عمر شبی گذشت و تو بیخبری

طالب آملی

این هر که حاصلش نیرزد بجوی   نه موسم کشت ست درو نه درودی

از کهنه و نو نصیب احباب درد   دردی کهن ست و بسرش داغ نو

مرزا حنیف امین

تا کے طلبِ روزی ہر روزہ کنی
اسبابِ طرب ز لعل و فیروزہ کنی
در چشمۂ حیواں اگر آید اجلت
مہلت ندہد کہ آب در کوزہ کنی

عنایت تبریزی

تا چند دلا بفکر دنیا باشی
در فکر زیان و سود و سودا باشی
امروز بخور کہ روز فردا ایست
فردا باشد اگر تو فردا باشی

غیوری کابلی

در بیست دلا جہاں پرستی چہ شدی
بس طرف بمال و جاہ بستی چہ شدی
از صحبتِ خلق رو بہ تنہائی کن
عمری بجہانیاں نشستی چہ شدی

درد

هر چند همه آب و رنگ آمده ایم — از شیشهٔ دل بزیر سنگ آمده ایم
تا کی بگرفتگی خاطر سازیم — چون غنچه ز وضع خویش تنگ آمده ایم

درد

ای درد ازین بزم اگر باخبری — بیهوده چرا بهر طرف مینگری
برخویش چو شمع چشم بگشا کاینجا — هر چند ستادهٔ ولی می گذری

درد

کو رمز حقیقتی که هستیش نگفت — کو گوهر معنی که ایجاد نه سفت
گلزار جهان طرفه سرای کهن است — ای درد کدام گل که اینجا نشگفت

درد

تمییز که غیر نقش تشویش نبست / هر لحظه به بیرنگیٔ رنگی پیوست
گفتم وحدت چسان بکثرت گنجد / دل آمد و پیش رویم آئینه شکست

درد

هرچند که ما سفلیم لیک اعلائیم / سنگیم ولے کعبهٔ هر سینائیم
جز نام دگر ز ما نباید طلبید / مانند نگین جلوه گه اسمائیم

درد

باعث شده بر عروج ما پستیٔ ما / هشیاری ما فزوده از مستیٔ ما
آگاه ز آگاهی خود ساختست / عارض شده غفلتی که بر هستیٔ ما

درد

چون دود نه پیچد از چه سودا بدماغ　　کرده ست جگر غم احبا همه داغ

رفتند بخواب اهل بزم و مارا　　بازست هنوز چشم مانند چراغ

درد

نی آنکه دوا هیچ ندارد اثری　　موقوف نه زندگی بهر برگ و بری

مشروط به شرط این و آن نیست که هست　　نبض مرض و شفا بدست دگری

درد

تا کی مغرور بادشاهی بودن　　هنگامه گر جهان پناهی بودن

امروز بهر چه می توانی می ناز　　فردا تو بیاد کس نخواهی بودن

درد

شاہا چو گدا بادل غمناک نشیں بیباک چنیں نہ زیر افلاک نشیں
زاں پیش کہ باخاک برابر گردی از تخت فرود آو برخاک نشیں

درد

ای بیخود غفلت بچہ فرزانہ شوی چشم پر آب ہمچو پیمانہ شوی
امروز زافسانہ ترا خواب آمد فرداست کہ بیخوابی و افسانہ شوی

درد

خلقی در جستجوی مال و جاہے جمعی بتلاش دلبر دلخواہے
ہر کس بخیال آرزوئے دارد مائیم و تمنائے دل آگاہے

درد

تا پردہ کشای عالم کیف و کمیم — پیدا کن جلوۂ حدوث قدیم
از ہستی بافنا پذیر و صورت — مانند سراب نقشبند عدمیم

درد

یک عمر گدائی از گردوں کردیم — در کوری دل نظر بہ گردوں کردیم
اکنوں کہ نمودہ ایم چشمے پیدا — مانند حباب کاسہ واژوں کردیم

درد

سلطاں کہ باسباب ہوس می نازد — بر بال و پر خود چو مگس می نازد
درویش کہ بی نوای بی پرواست — بر خاطر بی نیاز بس می نازد

درد

ای حاصل تو زندگانی مردن تا چند پی حیات فانی مردن
ای غرۂ وہم خود پرستی مردی پیش از مردن اگر توانی مردن

درد

خون جگرست ہنوز خوردن باقیست یعنی نفسی چند شمردن باقیست
از کشمکش ہستی آفت بنیاد معلوم نجات تا کہ مردن باقیست

درد

صد حیف کہ جملہ دوستداران رفتند زین دشت تمام شہسواران رفتند
اکنون من ماندہ چہ سازم چہ کنم ای درد کجا این ہمہ یاران رفتند

درد

صد حیف ز چشم گلستانی رفته ست   در خاک ز حسن کاردانی رفته ست

در دیده خلد نگاه مانندِ غبار   از پیش نظر بسکه جهانی رفته ست

درد

ساز سفری اکابر آراسته اند   تا هم برکاب گرچنین خواسته اند

ای درد تو هم برای تعظیم اکنون   برخیز که اہل بزم برخاسته اند

درد

گر خاطر تو شاد و گر غمگین ست   اندیشه مکن که حال عالم این ست

احوال جهانیان بیک صورت نیست   یعنی که جهان عبارت از تلوین ست

درد

خلقی بتلاش اینکه میباید خورد جمعی ساعی که توشه باید برد
ای درد من مرده دل ناکاره میمیرم ازین فکر که میباید مرد

درد

یکچند اگر خلق دگر خواند چه شد نام تو پس از تو بر زبان ماند چه شد
بیش از افسانه نیست هستی تو درد افسانه گر نماند ور ماند چه شد

درد

شاهان که براوج خیمه آراسته اند مانند فلک شوکت ازان خواسته اند
شام و سحری چند درین دیر دو در چون مهر نشسته اند و برخاسته اند

درد

گر جان علم از ناله برافراشت چه شد — در چشم ز اشک خرمن انباشت چه شد
بر دل نگهی میکنم و حیرانم — کاین آئینه صورتی بجز و داشت چه شد

درد

آنکس که لباس عشق بر خویش گزید — جز گریه ز خویش و خنده از یار ندید
دیدیم به باغ از سر ناز و نیاز — بلبل نالید و گل بحالش خندید

درد

ای درد جوانی از کنار تو رمید — پیری ببرت سفیدی آورد پدید
تا چند کنی زبان درازی چون شمع — خاموشی به که صبح نزدیک رسید

درد

مردے باشی و پاس مروت نبود　　بر نالهٔ درد و آه مروت نبود

افسوس برین حالت بیدردی تو　　صد حیف دلے داری و دردت نبود

درد

بعد از من و تو زمانه خواهد ماند　　روز و شب کارخانه خواهد ماند

بالفعل هر آنچه نقد حال من و تست　　بهر دگران فسانه خواهد ماند

درد

دهلی که خراب کرده اکنون پیرش　　جاری شده اشکها بجای نهرش

بود است این شهر مثل روی خوبان　　چون خط بتان بود سواد شهرش

درد

ای درد توی چراغ کاشانهٔ دل روشن بود از چشم تو پیمانهٔ دل
تو خاک نشین و گوشه گیری جایت یا گوشهٔ خاطرست یا خانهٔ دل

درد

پر مضطربم طرفه بیانے دارم گہ می طپم و گاہ فغانے دارم
در مسلخ دہر ہمچو بسمل اے درد آرام کجاست تا کہ جانی دارم

درد

ای درد چو شمشیر اجل کردد نیم دیگر ز جہانیاں چہ امید و چہ بیم
ما را چہ خبر چو زین گلستاں رفتیم در باغ سموم مے وزد یا کہ نسیم

درد

افسوس کہ شد صحبت احباب تباہ ۔۔۔ ماییم و غم جوانی و نالہ و آہ
پیری برہم نمود بزم عشرت ۔۔۔ ای شمع سحر دمید روی تو سیاہ

درد

ہر چند کہ پردہا دریدند ہمہ ۔۔۔ روئے بے پردگی ندیدند ہمہ
افسانۂ او کہ گوشہا پر کردہ ۔۔۔ در قصۂ ما و من شنیدند ہمہ

آزاد بلگرامی

باہر کہ دوستی خود اظہار میکنم ۔۔۔ خوابیدہ دشمنیست کہ بیدار می کنم
از بسکہ در زمانہ یکے اہل درد نیست ۔۔۔ اظہار درد خویش بہ دیوار می کنم

آزاد بلگرامی

ای خواجه مکن تا بتوانی طلبِ علم کاندر طلبِ روزی هر روزه بمانی
رو مسخرگی پیشه کن و مطربی آموز تا دادِ خود از کهتر و مهتر بستانی

آزاد بلگرامی

کس را خبری نیست چه آید فردا نیرنگیٔ قدرت چه نماید فردا
نومید مشو ز مژدهٔ عالمِ غیب شب حامله‌ست تا چه زاید فردا

غالب دہلوی

ای آنکه ترا سعی بدرمانِ منست منعم مکن از باده که نقصانِ منست
حیفست که بعدِ من بمیراث رود این یک دو سه خم که در شبستانِ منست

غالب دہلوی

در بزم نشاط خستگان را چه نشاط — از عربده پای بستگان را چه نشاط

گر ابر شراب ناب بارد غالب — ما جام و سبو شکستگان را چه نشاط

غالب دہلوی

در باغ مراد ما ز بیداد تگرگ — نی نخل بجای ماند نی شاخ نه برگ

چون خانه خراب است چه نالیم ز سیل — چون زیست وبال است چه ترسیم ز مرگ

غالب دہلوی

هر چند توان بسیر و سامان بودن — بازیچه خوی زشت نتوان بودن

بالله که ز دشنه بر جگر سخت تر است — از کرده خویشتن پشیمان بودن

غالب دہلوی

بازی خور روزگار بودم ہمہ عمر　از بخت امیدوار بودم ہمہ عمر
ہمسایہ بفکر سود ماندم ہمہ جا　بے وعدہ در انتظار بودم ہمہ عمر

غالب دہلوی

باید کہ دلت ز غصہ درہم نشود　از رفتن زر درد تنخوش غم نشود
این سیم و زرست خواجہ این سیم و زرست　غم نیست کہ ہر چند خوری کم نشود

غالب دہلوی

تا چند بہ ہنگامہ سلامت باشی　تا چند بہ کشمکش اقامت باشی
گفتی کہ نباشد شب بیم را سحری　حیف است کہ منکر قیامت باشی

غالب دہلوی

ای تیرہ زمیں کہ بودۂ بستر من
ہر خاک کہ باتست ہمہ بر سر من

زر بہر کساں و بہر من دانہ و دام
ای مادر دیگراں و مادندر من

غنی

ہوش ست کہ سرمایۂ صد درد سر ست
فارغ بال آنکہ از جہاں بیخبر ست

در بیضہ نمی کنند مرغاں فریاد
ہر چند کہ بیضہ از قفس تنگ تر ست

غنی

تا چرخ فلک چو آسیا ہست بگرد
چوں صبح نداریم غذا جز دم سرد

ما کاسہ نداریم کہ دریوزہ کنیم
دریوزہ برای کاسہ می باید کرد

ذرّہ اکبرآبادی

گرما بگذشت واین دلِ زار ہماں سرما بگذشت واین دلِ زار ہماں

القصہ ہزار گرم وسرد عالم برما بگذشت واین دلِ زار ہماں

ابن یمین

سیہ باد روی سپہر کبود کہ با کینہ جفت ست وبا مہر طاق

بہ عیسیٰ مریم خرے مید ہد بکودن ہمی مید ہد صد براق

آزاد بلگرامی

گریاں کہ نالہ می کند وقت گری دانی غرضش چیست ازین نوحہ گری

یعنے کہ گری گری شود عمر تو کم پیمانۂ عمر پر شود تا نگری

رضی ارتیمانی

ای دل شادی به سوز ماتم انیست   بیگانهٔ عالم غمی غم این است

دوزخ به مکافاتِ تو در مانده و تو   جنت طلبی چرا؟ جهنم این است

سحابی استرآبادی

هر گردش چرخ دو دیری می باشد   بس روز بد و حال بتری می باشد

بجای صفائی یکدورت ورسا   روشنگر را دست سیه می باشد

سحابی استرآبادی

صاحب نظر عشق که عالی گهر است   آرا گهش ز هر دو عالم بدر است

چون نیاز اهل دنیاست همه   قدری که دو چو ز کثرت گاو خر است

سحابی استرآبادی

هرکس باشد روی به هرجا دارد
او صورت حال خود تمنا دارد
بے مغزاں راسوی خودی خوانند
کوبر شاہی کاین ہمہ غوغا دارد

سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

سررشتۂ ننگ و نام در کف دارند
این مقتدیان امام در کف دارند
منگر بہ لباس و لق پوشان کایشاں
از دانۂ سبحہ دام در کف دارند

سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

دنیاست ہمہ سراب آثار غلط
این نقش و نگار ہست صد بار غلط
مطلب مطلب ز کارگاہ عالم
کاین نسخۂ خوش خط است بسیار غلط

سید احمد حسین امجد حیدرآبادی

از دہر اگر دست دہد چشم بہ بند   تا چشمت اجل بند کند چشم بہ بند
گر سفلہ رسد بجاہ، بگریز ازو   چوں گرد بر آسمان رود چشم بہ بند

ڈاکٹر سر محمد اقبال

بگوشم آمد از خاک مزارے   کہ در زیر زمیں ہم می تواں زیست
نفس دارد ولیکن جاں ندارد   کسے کو بر مرادِ دیگراں زیست

ڈاکٹر سر محمد اقبال

میانِ لالہ و گل آشیاں گیر   ز مرغِ نغمہ خواں رسمِ فغاں گیر
اگر از ناتوانی گشتہ پیر   نصیبے از شبابِ ایں جہاں گیر

ڈاکٹر سر محمد اقبال

قبائے زندگانی چاک تا کے　　چو موراں آشیاں در خاک تا کے

بہ پرواز آ و شاہینی بیاموز　　تلاشِ دانہ در خاشاک تا کے

ڈاکٹر سر محمد اقبال

زمین خاکِ درِ میخانۂ ما　　فلک یک گردشِ پیمانۂ ما

حدیثِ سوز و سازِ ما دراز است　　جہاں دیباچۂ افسانۂ ما

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سکندر رفت و شمشیر و علم رفت　　خراجِ شہر و گنجِ کان و یم رفت

امم را از شہاں پایندہ تر دان　　نمی بینی کہ ایراں ماند و جم رفت

عشق حقیقی

مولانا جلال الدین رومی

این مستی من ز بادهٔ حمرا نیست
این باده بجز در قدح سودا نیست
تو آمدهٔ که بادهٔ من ریزی
من آن مستم که باده ام پیدا نیست

مولانا جلال الدین رومی

در مذهب عاشقان قرار دگر است
وین بادهٔ ناب را خمار دگر است
هر علم که در مدرسه حاصل گردد
کار دگر است و عشق کار دگر است

مولانا جلال الدین رومی

عشق آمد و شد چو خونم اندر رگ و پوست   تا کرد مرا خالی و پر کرد ز دوست

اجزائے وجودم ہمگی دوست گرفت   نامیست ز من بر من و باقی ہمہ اوست

مولانا جلال الدین رومی

انصاف بدہ کہ عشق نیکو کاریست   زانست خلل کہ طبع بدکرداریست

تو شہوت خویش را لقب عشق نہی   از شہوت تا عشق رہ بسیاریست

مولانا جلال الدین رومی

دستت دو و پایت دو و چشمت دو رواست   اما دل و معشوق دو تا نیش خطاست

معشوقہ بہانہ است و معشوق خداست   آنکس کہ دو پنداشت جہود و ترساست

مولانا جلال الدین رومی

آں یار کشید باز دستم امروز — از دست شدم وست گسستم امروز

یک مست نیم ہزار مستم امروز — دیوانہ و دیوانہ پرستم امروز

مولانا جلال الدین رومی

من دوش بخواب دیدہ بودم قمری — زہرہ صفتے عجائبے سیمبرے

امروز بگرد ہر درے می گردم — کز یار دوشینہ کہ دارد خبرے

خواجہ عبداللہ انصاری

مست توام از جرعہ و جام آزادم — مرغ توام از دانہ و دام آزادم

مقصود من از کعبہ و بت خانہ توئی — ورنہ من ازیں ہر دو مقام آزادم

خواجہ عبداللہ انصاری

یارب! از تو آں من گدا میخواہم — افزوں ز ہزار پادشا میخواہم

ہر کس ز در تو حاجتی میخواہد — من آمدہ ام از تو ترا میخواہم

ابو سعید مہنہ

اے روے تو مہر عالم آرائے ہمہ — وصل تو شب و روز تمنائے ہمہ

گر با دگراں بہ ز منی وائے بمن — ور با ہمہ کس ہمچو منی وائے ہمہ

ابو سعید مہنہ

از باد صبا دلم چو بوئے تو گرفت — بگذاشت مرا و جستجوئے تو گرفت

اکنوں ز منش ہیچ نمی آید یاد — بوے تو گرفتہ بود خوئے تو گرفت

ابوسعید مہنہ

شب خیز کہ عاشقاں بشب راز کنند گرد در و بام دوست پرواز کنند
ہر جا کہ درے بود بہ شب بربندند اِلّا درِ دوست را کہ شب باز کنند

ابوسعید مہنہ

اے عشق بہ دردِ تو سرے میباید صیدِ تو ز من قوی ترے میباید
من مرغ بیک شعلہ کبابم بگذار کاین آتش را سمندرے میباید

ابوسعید مہنہ

زاں پیش کہ طاقِ چرخ اعلیٰ زدہ اند وین بارگہ سپہر مینا زدہ اند
ما در عدم آباد ازل خوش خفتہ بے ما رقمِ عشق تو بر ما زدہ اند

ابوسعید ؒ

جسمم همه اشک گشت و چشمم بگریست — در عشق تو بے جسم همی باید زیست
از من اثرے نمانده این عشق از چیست — چوں من همه معشوق شدم عاشق کیست

ابوسعید ؒ

راهِ تو بهر قدم که پویند خوش است — وصلِ تو بهر سبب که جویند خوش است
روی تو بهر دیده که بینند نکوست — نامِ تو بهر زباں که گویند خوش است

ابوسعید ؒ

غازی بره شهادت اندر تک و پوست — غافل که شهید عشق فاضل تر از وست
در روزِ قیامت ایں بداں کے ماند — کایں کشتهٔ دشمن است و آں کشتهٔ دوست

ابوسعید مهنه

مردان رهش میل به هستی نکنند　　خودبینی و خویشتن پرستی نکنند
انجا که مجردان حق می نوشند　　خم خانه تهی کنند و مستی نکنند

ابوسعید مهنه

ای آنکه دوای دردمندان دانی　　درمان و علاج مستمندان دانی
احوال دل خویش چه گویم با تو　　ناگفته تو خود هزار چندان دانی

ابوسعید مهنه

در حضرت ما دوستی یکدله کن　　هر چیز که غیر ماست آنرا یله کن
یک صبح باخلاص بیا بر در من　　گر کار تو بر نیاید آنگه گله کن

ابوسعید مہنہ

ای در دلِ من اصل تمنا ہمہ تو — وی در سرِ من مایۂ سودا ہمہ تو

ہر چند بہ روزگار در می نگرم — امروز ہمہ توئی و فردا ہمہ تو

ابوسعید مہنہ

عودم چو نبود چوب بید آوردم — روی سیہ و موی سفید آوردم

خود فرمودہ آنکہ نا امیدی کفرست — فرمان تو بردم و امید آوردم

ابوسعید مہنہ

من کیستم آتش بدل افروختہ — در خرمن عشق دانہ اندوختہ

در راہ وفا چو سنگ آتش زدہ ام — شاید کہ رسم بہ صحبت سوختہ

ابوسعید مہنہ

دیریست کہ تیر فقر را آماجم
بر طارم افلاک فلاکت تاجم
یک شمہ ز مفلسی خود بر گویم
چندانکہ خدا غنی ست من محتاجم

ابوسعید مہنہ

ساقی اگرم می ندہی می میرم
در ساغر من ز کف نہی می میرم
پیمانۂ ہر کہ پر شود می میرد
پیمانہ من چو پر تہی می میرم

ابوسعید مہنہ

در دیر شدم ما حضری آوردند
یعنی ز شراب ساغری آوردند
کیفیت او مرا ز خود بیخود کرد
بردند مرا و دیگری آوردند

ابوسعید مہنہ

دل جزرهٔ عشق تو نپوید ہرگز   جز محنت و درد تو نجوید ہرگز
صحرای دلم عشق تو شورستان کرد   تا مہر کسے درا و نروید ہرگز

ابوسعید مہنہ

پرسید یکی منزل آں مہرگسل   گفتم که دلِ منست او را منزل
گفتا که دلت کجاست گفتم بر اُو   پرسید که او کجاست گفتم در دل

ابوسعید مہنہ

دردی داریم و سینهٔ بریانی   عشقے داریم و دیدهٔ گریانی
عشقی و چه عشق عشقِ عالم سوزی   دردی و چه درد دردِ بیدرمانی

سحابی استرآبادی

اے در دلِ ہر ذرہ از مہر تو شور
چشم خرد از تابِ جمالت شدہ کور

عشقت ز ازل تا بہ ابد ہمرہِ جاں
باقی ہمہ آشنا و لے تا لبِ گور

سحابی استرآبادی

آنرا کہ ز ہر دو کون استغنا نیست
در بارگہ عشق مقدس جا نیست

ہر جا مگسی پرد چہ بالا و چہ پست
جز شیفتہ در بودۂ حلوا نیست

سحابی استرآبادی

در یاری نیست ہرگز م کام و طرب
جز پاس دلِ یار کہ این است ادب

در عشق دوئی راہ ندارد یعنی
یا خاطرِ خویش یا دلِ دوست طلب

سحابی استرآبادی

بگرفتہ ز بس عشق سراپائے مرا نگذاشتہ در خاطرِ من جائے مرا

امروز چناں پُر است ازاداین دلِ تنگ کانجا نبود رہ غمِ فردائے مرا

سحابی استرآبادی

ہر پارہ اگرچہ یار دیگر دارد یارا ز لی اعتبار دیگر دارد

پر بر تن مرغ نیست بیکار یکے اما پروبال کارِ دیگر دارد

سحابی استرآبادی

عاشق کہ نہ خانہ نہ دکانی دارد از عالم لامکاں نشانی دارد

از تن برود دلے کہ او زندہ اوست در گور نخسپد آنکہ جانے دارد

سحابی استرآبادی

گر مرکبِ عشقِ نیکوان خواهی تاخت
با سوختگی چو شمع میباید ساخت

دانی ز چه شد شاهِ هر بزمی شمع
کآسایشِ جمع جست و خود را بگداخت

سحابی استرآبادی

عشق آمد و ساخت چاک چاک جست مرا
وز عالم جسم و جان برون جست مرا

از چشمهٔ دیده آبِ حقیقت جوشید
وز گردِ مجاز خوش فرو شست مرا

سحابی استرآبادی

از فرقِ سرم تا بقدم دیده شود
روزی که جمالِ تو مرا دیده شود

در من نگری همه تنم جان گردد
در تو نگرم همه دلم دیده شود

سحابی استرآبادی

دوشینه ز سوز گریه و تاب شدم　　چندانکه ز پای تا بسر آب شدم

دل از ستم تو سرگذشتی سر کرد　　آسوده چنان شدم که در خواب شدم

سحابی استرآبادی

ای عاشق و زاهد از تو با ناله و آه　　نزدیک تو و دور ترا حال تباه

کس نیست که از تو جان تواند بردن　　این را به تغافل کشته آن را به نگاه

سحابی استرآبادی

عاشق شوی و ز ترک جان اندیشی　　دزدی کنی و ز پاسبان اندیشی

دعوی محبت کنی ای دانشمند　　وانگه ز زیان این و آن اندیشی

سحابی استرآبادی

هر چند که از عشق برون نیست کسے — راه وصلش نیافت هر بوالهوسے

خورشید بهر طرف کشد دامن سیر — اما نرسد بدامنش دست کسے

جامی

با درد بساز چوں دوائے تو منم — در کس منگر که آشنائے تو منم

گر بر سر کوی عشق ما کشته شوی — شکرانه بده که خونبہائے تو منم

جامی

از رنج کسی بگنج وصلت نرسید — ویں طرفه که بی رنج کس آں گنج ندید

هر کس که دوید گور نگرفت بدشت — لیکن نگرفت گور جز آں که دوید

جامی

این عشقِ دوروزه را دلا باز گذار گز عشقِ دوروزه بر نمی آید کار
زان سان عشقے گزین که در روزِ شمار با آن گیری قرار در دارِ قرار

جامی

غرہ مشو کہ مرکبِ مردان مرد را در سنگلاخ بادیہ پیہا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندانِ جرعہ نوش ناگہ بیک ترانہ بمنزل رسیدہ اند

جامی

تا یکسر موی از تو ہستی باقیست آئینِ دکانِ خود پرستی باقیست
گفتی بت پندار شکستم رستم آں بت کہ ز پندار برستی باقیست

جامی

در صورت آب و گل عیان غیر تو کیست
در خلوت جان و دل نهان غیر تو کیست

گفتی که ز غیر من بپرداز دلت
ای جان جهان در دو جهان غیر تو کیست

جامی

دوشم سوی خویش خواند و منت نگذاشت
در چشم ترم نگاه حسرت نگذاشت

گفتم که مگر درد دلی عرض کنم
خلوت بمیان آمد و فرصت نگذاشت

جامی

مجنون بزبان حال دایم در دشت
لیلی گویان چو گرد بادی میگشت

می گشت همیشه بر زبانش لیلی
لیلی میگفت تا زبانش می گشت

جامی

آنرا کہ نہ عاشق ست از یار چہ حظ
وانرا کہ نہ مشتاق ز دیدار چہ حظ

نابینا را چو چشم عالم بیں نیست
زالوان چہ تمتع واز انوار چہ حظ

جامی

چشمم کہ سرشک لالہ گوں آوردہ
بر ہر مژہ قطرہائے خوں آوردہ

نی نی بہ نظارہ اش دل خوں شدہ ام
از روزن دیدہ سر بروں آوردہ

مومن یزدی

دل تخم ہوای خلد و رضوان میکشت
عشق آمد و جای آرزو ہیچ نہشت

مستغرق عشق آرزو سوز شدم
دوزخ باشد کنوں تمنای بہشت

مومن یزدی

ای عشق چه دلها که پریشاں کردی ‏ سیلے که هزار خانه ویراں کردی

ای شاه گذاشتے مسلم نه گدا ‏ پستی و بلندی همه یکساں کردی

حکیم قاآنی

دوشینه فتادم بر هش مست و خراب ‏ از نشئهٔ عشق او نه از بادهٔ ناب

دانست که عاشقم شبے می پرسید ‏ این کیست کجائیست چرا خورده شراب

حکیم قاآنی

آراسته جنتے که این روی من است ‏ افروخته دوزخی که این خوی من است

شمشیر جهاں سوز بهادر شه را ‏ دزدیده که این کمانِ ابروی من است

حکیم قاآنی

تا قبلۂ ابروی تو ای یار کج ست
محرابِ دل و قبلۂ احرار کج است

ما جانبِ قبلۂ دگر رو نہ کنیم
او قبلۂ ماست گرچہ بسیار کج است

حکیم قاآنی

در میکدہ مست از مئے نابم کردند
سرمست ز جرعۂ شرابم کردند

اے دوست بہ چشمہای مستِ تو قسم
جامے دو سہ دادند و خرابم کردند

حکیم قاآنی

گر چرخ جفا کرد چہ می باید کرد
ور ترکِ وفا کرد چہ می باید کرد

میخواست دلم کہ بر نشاں آید تیر
چوں تیر خطا کرد چہ می باید کرد

حکیم قاآنی

بگذار کہ تا می خورم و مست شوم چوں مست شوم بہ عشق پابست شوم

پابست شوم بگلّی از دست شوم از دست شوم نیست شوم ہست شوم

سرمد

باز آ باز آ ز فکر باطل باز آ از وہم و خیالِ خام اے دل باز آ

خوشنود مشو ز فکر دنیا سرمد نے وصل نماید و نہ واصل باز آ

سرمد

سرمد غم عشق بوالہوس را نہ دہند سوزِ دلِ پروانہ مگس را نہ دہند

عمرے باید کہ یار آید بکنار ایں دولت سرمد ہمہ کس را نہ دہند

سرمد

سرمد اگرش وفاست خود می آید ور آمدنش رواست خود می آید
بیهوده چرا در پے او می گردی بنشین اگر او خداست خود می آید

سرمد

در مسلخ عشق جز نکو را نکشند لاغر صفتان و زشت خو را نکشند
گر عاشق صادقی ز کشتن مگریز مردار بود هر آنکه او را نکشند

سرمد

سرمد گله اختصار می باید کرد یک کار ازین دو کار می باید کرد
یا تن به رضای دوست می باید داد یا قطع نظر ز یار می باید کرد

سرمد

در کوی مغاں موسم گل منزل کن خود را بہ پری جنوں بزن غافل کن
این خرقۂ پشمینہ کہ بارست و وبال از دوش بنہ۔ فراغتے حاصل کن

سرمد

سرمد در دین عجب شکستے کردی ایماں بفدای چشم مستے کردی
با عجز و نیاز جملہ نقد خود را رفتی و فدای بت پرستی کردی

سرمد

سرمد گلہ او نشد نکو شد کہ نشد لب بیہدہ گو نشد نکو شد کہ نشد
منت کش ہر کسی شدی آخر کار کاریکہ نکو نشد نکو شد کہ نشد

عرفی شیرازی

ای مرگ مرا زیار شرمندہ مکن   نومیدم ازاں گوہر ارزندہ مکن

یار آید و جاں رود خدایا نفسے   مہلت دہ و در قیامتم زندہ بکن

عرفی شیرازی

عرفی دم نزع ست و ہماں مستی تو   آخر بچہ مایہ بار بربستی تو

فرداست کہ دوست نقد فردوس بکف   جویای قناعت و تہیدستی تو

عرفی شیرازی

تا کے گوئی کہ گوی اقبال کہ برد   تا کے گوئی کہ ساغر عیش کہ خورد

اینہا چہ فسانہ است می باید رفت   اینہا چہ بہانہ است می باید مرد

نعمت اللہ کرمانی

آب است کہ در شیشہ شرابش خوانند
باگل چو قرین شود گلابش دانند

وز قید گل وگل چو مجرد گردد
اہل بصر بصیرت آبش دانند

نعمت اللہ کرمانی

رند آں باشد کہ میل ہستی نکند
وز خویش گزشتہ خود پرستی نکند

در کوی خرابات مغاں رندانہ
مے نوش کند مدام و مستی نکند

نعمت اللہ کرمانی

ہر بادہ کہ از ساغر اللہ دہند
بے منت ساقی بسحرگاہ دہند

خواہی کہ کمال معرفت دریابی
از خود بگذر تا بخودت راہ دہند

نعمت اللہ کرمانی

بلبل سخن از زبانِ گل میگوید   مست است و حدیثِ جام و مُل میگوید
دریاب رموزِ نعمت اللہ کہ او   جزو است ولے سخن ز کُل میگوید

نعمت اللہ کرمانی

تا داروی دردم سببِ درمان شد   پستیم بلندی شد و کفر ایمان شد
جان و دل و تن ہر سہ حجابِ رہ بود   تن دل شد و دل جان شد و جان جانان شد

نعمت اللہ کرمانی

دانستن علم دیں شریعت باشد   چوں در عمل آوری طریقت باشد
گر علم و عمل جمع کنی با اخلاص   از بہر رضای حق حقیقت باشد

نعمت اللہ کرمانی

ما عاشق رندیم ز طامات مپرس   از ما بجز اسرار خرابات مپرس
از زاہد ہشیار کرامات طلب   مستیم ز ما کشف و کرامات مپرس

نعمت اللہ کرمانی

ما سوختہ ایم و بارہا سوختہ ایم   وین خرقۂ پارہ پارہ را سوختہ ایم
ہر شعلہ کز آتش زنۂ عشق جہد   در ما گیرد از آنکہ ما سوختہ ایم

نعمت اللہ کرمانی

باللہ بخدا کہ ما خدا میدانیم   اسرار گدا و پادشا میدانیم
سرپوش فگندہ ایم بر روی طبق   سریست درین طبق کہ ما میدانیم

نعمت اللہ کرمانی

در ذات ہمہ جلالِ او می بینم | در حسن ہمہ جمالِ او می بینم
بینم ہمہ کائنات در حد کمال | این نیز ہم از کمالِ او می بینم

سلطان قاجار

در محضر دوست بینوائی خوشتر | در خدمت بادشہ گدائی خوشتر
چون کار نہ بر وفقِ رضای من و تست | تسلیم بہ قسمت خدائی خوشتر

سلطان قاجار

بے وصل تو مرگ از حیاتم خوشتر | در ہجر تو حنظل از نباتم خوشتر
زہرے کہ تو بخشی از حلاوتہا بہ | قیدے کہ تو خواہی از نجاتم خوشتر

سلطان قاجار

چندے ز گناه روسیه بودم و شوم   یک چند مرا زهد و ورع گشت رسوم

تردید و تلوّن ز دو رنگی ست مرا   یا زنگیِ زنگ باش یا رومیِ روم

محمد غزالی

گفتم ولا تو چندین بر خویشتن چه پیچی   با یک طبیب محرم این راز در میان نه

گفتا که هم طبیبم فرموده است با من   گر مهر یار داری صد مهر بر زبان نه

مجدالدین بغدادی

فردا که شود مدت عالم کم و کاست   سرها همه از خاک بر آید چپ و راست

بیچاره تن شهید من غرقه بخون   از خاک سر کوی تو برخواهد خاست

مجدالدین بغدادی

از شبنم عشق خاکِ آدم گِل شد   صد فتنہ و شور در جہاں حاصل شد
صد نشترِ عشق بر رگِ روح زدند   یک قطرہ فرو چکید و نامش دل شد

خواجہ معین الدین چشتی

عاشق ہمہ دم فکر رخ دوست کند   معشوق کرشمہ کہ نیکوست کند
ما جرم و خطا کنیم او لطف و عطا   ہر کس چیزے کہ لایقِ اوست کند

سلطان ولد

گر یک ورق از کتابِ ما بر خوانی   حیرانِ ابد شوی زہے حیرانی
در مکتبِ فقر بدرسِ دل بنشینی   استاد آنرا بدرس خود بنشانی

ابوالحسن بیگانه

دیوانگی از صبر و قرار اولی‌تر بیگانگی از یار و دیار اولی‌تر
اسبابِ دو کون عرضه کردم بر دل گفتا ای بی‌درد ادبارِ یار اولی‌تر

وقوعی سمنانی

معشوقه وصال بی‌بها دادنت ندهد ره جانب خویش رایگانت ندهد
بگذر ز حدیث وصل کاین ره پیش تا جان ندهی ز خود نشانت ندهد

قاسم الانوار تبریزی

هرچند ترا از اهل ایمان دارم در معنی این مسئله برهان دارم
گر عشق خدا نباشدت در دل و جان من کافرم ار ترا مسلمان دارم

اہلی شیرازی

تا در تنِ ما خون بود اندر رگ و پوست
از دوست نخواہیم مرادے جز دوست

بستن بہ متاعِ این جہان دل نہ نکوست
کاینہا ہمہ فانی اند و باقی ہمہ اوست

حقی خوانساری

دامانِ وصالِ دوست در چنگم نیست
یکرو شدہ و یکدل و یکرنگم نیست

در ہر دو جہان نگنجد و در دلِ من
گنجیدہ فراخئ دلِ تنگم بین

محمد سعید حکیم تنہا

تا دل بہ رموزِ عشق محرم نشود
یک ذرہ بہ خیر حاجتت کم نشود

یک جو بہ خدا محبتے پیدا کن
تا میل بہ گندمت چو آدم نشود

محمد قاسم مشہدی

عشق است یکی نقطہ و عالم پرکار ہر دائرہ را بود بریں نقطہ مدار

در دائرہ مرکز محیط است یکی باشد ز محیط رہ بہ مرکز بسیار

سعد الدین حموی

دل وقت سماع رہ بدیدار برد جاں رہ بہ سراپردۂ اسرار برد

ایں نغمہ چو مرکبیست روح تو را بردارد و خوش بہ عالم یار برد

سعد الدین حموی

گر باغم عشق ساز گار آید دل بر مرکب آرزو سوار آید دل

گر دل نبود کجا وطن سازد عشق ور عشق نباشد بچہ کار آید دل

شریف جرجانی

ای حسن اثر ابهر مقامی نامی ۔ وی از تو بهر دل شده پیغامی

کس نیست که نیست بهره ور از تو ولیک ۔ اندر خور خود به جرعه یا جامی

عجم قلی بیگ ذو القدر

در مذهب عشق شاه و درویش یکیست ۔ شیرینی نوش و تلخی نیش یکیست

در کفهٔ میزان خرد بیش و کم است ۔ آنجا که بود عشق کم و بیش یکیست

نقی کمره

در وادی عشق جمله ناز است و نیاز ۔ طے میشود اینجا همه اوضاع مجاز

هر سوئے در آن کوی توان کرد سجود ۔ در کعبه ز هر جهت توان کرد نماز

شاہ بدخشانی

در مدرسہ انچہ صحبت یاران است — در صومعہ آنچہ بر گرفتاران است
زانگاہ کہ مہر تو گزیدم دیدم — کایں ہا ہمہ کارہای بیکاران است

نشاط اصفہانی

فارغ ز غم سود و زیانم کردی — آسودہ ز محنت جہانم کردی
اے عشق با تو اچہ شکر گویم کہ چنانکہ — میخواستم آخر آنچنانم کردی

فیضی دکنی

بر تن منفر کہ نفس سرکش گردد — بر عقل متن کہ طبع ازاد خوش گردد
در آتش عشق سوز تا نار شوی — پروانہ غذای روح آتش گردد

ابوالوفا خوارزمی

من از تو جدا نبوده ام تا بودم این ہست دلیلِ طالعِ مسعودم
در ذاتِ تو ناپدیدم ار معدومم در نور تو ظاہرم اگر موجودم

اخگر کرمانی

مردان سوی عالم حقیقت راندند نامرداں در بہانہ جوی ماندند
یک نکتہ بگویمت گر از من شنوی آں برد بہ دوست کہ او را خواندند

عنایت اللہ خاں آشنا

کم ظرف ز عشق خرمن ہستی سوخت پرحوصلہ نور زندگانی اندوخت
کاہید خرد ز عشق و افزود جنوں از باد چراغ مرد و آتش افروخت

غزالی مشہدی

سلطان گوید کہ نقدِ گنجینۂ من صوفی گوید کہ دلقِ پشمینۂ من
عاشق گوید کہ داغِ دیرینۂ من من دانم و من کہ چیست در سینۂ من

سایر اردوبادی

کس در رہِ عشق محرمِ راز نگشت سائرچو تو ہیچکس چنین بیہودہ این دشت
عاقل بہ کنارِ آب تا پل می جست دیوانہ پابرہنہ از آب گذشت

بہائی عاملی

تا از رہ و رسمِ عقل بیرون نشوی یک ذرہ از آنچہ ہستی افزون نشوی
یک سلسلہ زر روی لیلیٰ بنمایم عاقل باشیم اگر تو مجنون نشوی

ابن یمین

ہیچ دانی کہ در شکستنِ چوب — از وجودش چرا طراق آمد
نزدِ اہلِ خرد ستون بود — کیں طراق از غمِ فراق آمد

حافظ شیرازی

من بندۂ آں کسم کہ شوقے دارد — بر گردنِ خود ز عشق طوقے دارد
تو لذتِ عشق و عاشقی کے دانی — ایں بادہ کسے خورد کہ ذوقے دارد

حافظ شیرازی

عمری ز پئے وصالِ خوبانِ جہاں — گردیدم و ایں تجربہ کردم آساں
یک راحت و صد ہزار محنت وصلت — یک محنت و صد ہزار راحت ہجراں

شاه سنجان خافی

جمعی بشکنند و قومی بیقین   یک قوم دگر فتاده اندر پی دین

ناگاه منادیی برآید ز کمین   کای بی خبران راه نه آنست و نه این

فیض کاشانی

در پس پردهٔ اسرار بسر می بردیم   خفته بودیم و ز نهیبهای تو بیدار شدیم

شربت لعل لبت بود شفای دل ما   بعبث ما ز پی نسخهٔ عطار شدیم

فیض کاشانی

با من بودی منت نمیدانستم   یا من بودی منت نمیدانستم

چون من شدم از میان ترا دانستم   تا من بودی منت نمیدانستم

فیاض لاہجانی

وقت است کہ ترک پیر و استاد دہیم　　آموختہ ہا را ہمہ از یاد دہیم
با جام مے دو سالہ در میکدہ ہا　　ناموس ہزار سالہ بر باد دہیم

فدائی لاہجی

از دار بقا فتادہ در دار عذاب　　آدم ز پئے گندم و من بہر شراب
مرغان بہشتیم عجب نیست اگر　　او از پئے دانہ رفت و من از پئے آب

میر مخدوم نشاپوری

در دائرۂ وجود موجود یکیست　　از کعبہ و از کنشت مقصود یکیست
بر صفحۂ کائنات خطے ست ببیں　　کاے سالک و عابد و معبود یکیست

ولی دشت بیاضی

وصلِ تو بکام غیر دیدن مشکل ‏ وز دیدنِ تو طمع بریدن مشکل
گفتی که بمیر تا بوصلم برسی ‏ مردن آسان ولے رسیدن مشکل

واله لکزی داغستانی

من زنده بدوستم نمیرم هرگز ‏ مغزے بے پوستم نمیرم هرگز
هر کس که نه اوست مرده اش دان ازلی ‏ من خود همه اوستم نمیرم هرگز

هدایت طبرستانی

مارا ز جهان جمله لقای تو خوش است ‏ هم لطفِ تو هم جور و جفای تو خوش است
ناخوش نبود از تو بجز هجرت هیچ ‏ وان هم چو در آن رضای تو خوش است

هدایت طبرستانی

گہ چرخ ببندد در و گہ بگشاید   گہ دهر بکاهد زر و گہ بفزاید

این آمدن و شدن نہ در دست کسی است   باشد چہ رود رود چہ آید آید

ملک شمس الدین کرت

با دشمن من دوست چو بسیار نشست   با دوست نشایدم دگر بار نشست

پرهیز از آن عسل کہ با زهر آمیخت   بگریز از آن مگس کہ بر مار نشست

ابوسعید برغش شیرازی

اے دوست ز جملہ نیک و بد بگذشتم   کافر بودم کنون مسلمان گشتم

هر چیز کہ آن خلاف رای تو بود   گر خود همہ دین ماست از آن برگشتم

ابوالحسن خرقانی

آن دوست که دیدنش بیاراید چشم | بی دیدنش از گریه نیاساید چشم
ما را ز برای دیدنش باید چشم | گر دوست نبیند بچه کار آید چشم

ابوالفرج رونی

عشق تو ز شغلهای من بیزار است | رو شاد نشین که بر مرادت کار است
تو کشتن من همی طلبی وین آسان است | من وصل تو می جویم و این دشوار است

اوحدالدین کرمانی

چشمی دارم همه پر از صورت دوست | این دیده مرا خوش است چون دوست در اوست
از دیده و دوست فرق کردن نه نکوست | یا اوست درون دیده یا دیده خود اوست

اوحدالدین کرمانی

ای زندگی من و توانم همه تو   جانی و دلی ای دل و جانم همه تو

تو هستی من شدی از انی همه من   من نیست شدم در تو از انم همه تو

انوری ابیوردی

تا کی ز غم تو رخ بخون شوید دل   آزار و جفای تو بجان جوید دل

بخشای کز آسمان نمی بارد جان   رحم آر که از زمین نمی روید دل

جمال الدین اصفهانی

در راه دلم ز عشق تو صد دام است   امید من سوخته دل ابر خام است

آنرا که توئی یار چه بے یار کس است   وانرا که توئی دوست چه دشمن کام است

حمیدی بلخی

گر پست شود آنکه بلندش تو کنی   شادان بود آن دل که نژندش تو کنی

گردون سرافراشته صد بوسه دهد   هر روز بدان پای که بندش تو کنی

هاتف اصفهانی

هاتف تو که جسم ناتوانی داری   چون شمع بلب رسیده جانی داری

از داغ غم یار چه آمد بسرت   تقریر بکن تو هم زبانی داری

طالعی

زاهد بصلاح و زهد خود می نازد   عاشق بر دوست نقد جان می بازد

دارند امید نظر این هر دو ز دوست   تا دوست بسوی که نظر اندازد

فوقی یزدی

تا نیست نگردی رہ ہستت ندہند　　وین مرتبہ با ہمت پستت ندہند

چوں شمع قرار سوختن تا ندہی　　سر رشتۂ روشنی بدستت ندہند

منہی زواری

برخیز کہ ساقی و شراب ست آمد　　واندر شب تیرہ آفتاب ست آمد

توکرم شب افروز طلب می کردی　　خورشید بخانۂ خراب ست آمد

زائر

از یار بہر طرف بہارے داریم　　ما ہیچ نبودہ ایم و یارے داریم

پندار تو ما ئیم دوئی کرد خراب　　یعنے مائیم و کار و بارے داریم

صائب

صفای روی ترا از نقاب می بینم   به ماه می نگرم آفتاب می بینم

نژاد گوهر من از محیط یکسان ست   بیک نظر همه را چون حباب می بینم

میرزا جلال امیر

ای دل در سنگ عشقبازی تا کی   ای خون شده لاف نونیازی تا کی

بودن هدف تیر ملامت تا چند   بیچاره بخون خویش بازی تا کی

میرزا جلال امیر

میگریم و دیده غافل ست از زارم   می نالم و ناله نشنود آوازم

دیریست که زندانی وحشت سفرم   عمریست که صید قفس پروازم

قاسم

هر چند که در ملک خدا مستانیم   تا ملک جهان را بجوی نستانیم

مرکب بسر کوی یقین می رانیم   اسرار ازل تا به ابد می دانیم

قاسم

سودای تو اندر دل دیوانهٔ ماست   هر جا که حدیث تست افسانهٔ ماست

بیگانه که از تو گفت آن خویش منست   خویشی که نه از تو گفت بیگانهٔ ماست

قاسم

دوشینه شبم دل حزینم بگرفت   اندیشهٔ یار نازنینم بگرفت

گفتم به سر و دیده روم بر در او   اشکم به دو دیده آستینم بگرفت

قاسم

خواہم کہ ہمیشہ در رضای تو زیم
خاکی شوم و بزیر پای تو زیم
مقصود من خستہ ز کونین توئی
از بہر تو میرم و برای تو زیم

قاسم

ما ظل مغانہ دوش بیباک زدیم
عالی علمش بر سر افلاک زدیم
از بہر یکی مغبچہ می خوار
صد بار کلاہ توبہ بر خاک زدیم

نجشی

نجشی از فراغ بیرون است
غم دل جز چراغ دل نبود
دل فارغ نشانِ بیکاری ست
عاشقاں را فراغ دل نبود

بخشی

گر از خودیٔ خویش برون آئی تو
در پردۂ توحید درون آئی تو

ور از روشِ چون و چرا برگذری
از خود شده بی چرا و چون آئی تو

عمر خیام

خواہی ز فراق در فغان دارمرا
خواہی ز وصال شادمان دارمرا

من با تو نگویم کہ چسان دارمرا
زانسان کہ دلِ تست چنان دارمرا

عمر خیام

این لعل گرانِ تو ز کانے دگر است
وان دُرِّ یگانہ را نشانی دگر است

اندیشۂ این و آن خیالِ من و تست
افسانۂ عشق را زبانی دگر است

عمر خیام

با هر بد و نیک راز نتوان گفتن — دایم سخنی دراز نتوان گفتن
حالی دارم که شرح نتوانم داد — رازی دارم که باز نتوان گفتن

عمر خیام

ای وای بران دل که در و سوزی نیست — سودازدهٔ مهر دل افروزی نیست
روزیکه تو بی باده بسر خواهی برد — ضایع تر از آن روز ترا روزی نیست

عمر خیام

گویند بهشت و حور عین خواهد بود — و آنجا می ناب و انگبین خواهد بود
گر ما می و معشوق پرستیم رواست — چون عاقبت کار چنین خواهد بود

عمر خیام

گویند بحشر گفتگو خواهد بود   وان یار عزیز تندخو خواهد بود

از خیر محض جز نکوئی ناید   خوش باش که عاقبت نکو خواهد بود

عمر خیام

اسرار ازل بادہ پرستاں دانند   قدرِ مے و جام تنگدستاں دانند

گر چشم تو حال من بداند چہ عجب   شک نیست کہ حالِ مستاں مستاں دانند

عمر خیام

خشت سر خم ز مملکتِ جم بہتر   بوی قدح از غذای مریم بہتر

آہِ سحرے ز سینۂ خماری   از نالۂ بوسعید و ادہم بہتر

عمر خیام

با یار چو آرمیده باشی همه عمر   خوابی باشد که دیده باشی همه عمر

ہم آخر عمر رحلتت باید کرد   لذات جہاں چشیدہ باشی ہمہ عمر

عمر خیام

ای بر ہمہ سروران عالم فیروز   دانی کہ چہ وقت مے بود روح افروز

یکشنبہ و دوشنبہ و سہ شنبہ و چار   پنجشنبہ و آدینہ و شنبہ شب و روز

عمر خیام

ای دوست بیا تا غم فردا نخوریم   وین یک دم نقد را غنیمت شمریم

بے بخشش نیست ہر گناہی کہ مراست   پس ما غم آیندہ بہر چہ بخوریم

عمر خیام

ہاں تا بخرابات خروشے نزنیم — بر میکدہ بگذریم و نوشے نزنیم

دستار و کتاب را فروشیم بمے — بر مدرسہ بگذریم و جوشے نزنیم

عمر خیام

آں بہ کہ ز جام و بادہ دل شاد کنیم — وز آمدہ و گذشتہ کم یاد کنیم

ایں عاریتے روانِ زندانی را — یک لحظہ ز بندِ عقل آزاد کنیم

عمر خیام

مسکیں دلِ دردمندِ دیوانۂ من — ہشیار نشد ز عشقِ جانانۂ من

روزیکہ شرابِ عاشقی می دادند — در خونِ جگر زدند پیمانۂ من

عمر خیام

ای دیدہ بیا لقائے منظور ببین — آن جبہہ و آن جمال و آن نور ببین

در وادی ایمن محبت بگذر — ہم موسیٰ و ہم درخت و ہم طور ببین

عمر خیام

ای آنکہ توئی حیات جان جانم — در وصف تو گرچہ عاجز و حیرانم

بینائی چشم من توئی می بینم — دانائی عقل من توئی می دانم

محمود

گر عشق نبودے و غم عشق نبودی — چندین سخن خوب کہ گفتی کہ شنودی

در باد نبودی سر زلف کہ ربودی — رخسارۂ معشوق بعاشق کہ نمودی

ہلالی

ہر گہ کہ می عشق بجامش کردند　　از دُردی درد تلخکامش کردند

گویا ہمہ غمہائے جہاں در یکجا　　جمع آمدہ بود عشق نامش کردند

راہب

راہب بمن آں ستیزہ خو یار نشد　　وز نالہ من دلش خبردار نشد

آمد بسر رحم پس از مردن من　　تا دیدہ بخفت بخت بیدار نشد

ابو سلہک گرگانی

خون خود را گر بریزی بر زمیں　　بہ کہ آب روی ریزی در کنار

بت پرستیدن بہ از مردم پرست　　پند گیر و کار بند و گوش دار

فرخی

تا در طلب دوست ہمی بشتابم
عمرم بکراں رسید و من در خوابم

گیرم کہ وصال دوست خواہم یافت
ایں عمر گزشتہ را کجا دریابم

فرخی

ہر کس کہ رخ تو دید حیراں ماند
وز لعل لب تو لب بدنداں ماند

آں کس کہ سر زلف پریشان تو دید
کافر باشم اگر مسلماں ماند

علاء الدین وجندی

ای آنکہ بزلف شام و از رخ سحری
مانند سحر کنی مرا پردہ دری

تو طعنہ زنی بہ مفلسیہا مرا
ما مفلس از آنیم کہ تو سیمبری

نساخ

ای نور مجسم چو رخت پرنورست — از جلوهٔ نور تو جهان معمورست
شد گردِ رہت سرمهٔ چشم خورشید — ہر سنگ رہت غیرتِ کوہ طورست

نساخ

سودائی آں چشم سیہ کیست کہ نیست — آشفتهٔ مژگان و نگہ کیست کہ نیست
نساخ بزیر چرخ مانند کماں — دل چاک ازاں ابروی چو مہ کیست کہ نیست

نساخ

ایں قصهٔ درد و غم نمی باید گفت — ایں حالت پر الم نمی باید گفت
با غیر چہ حاجت ست گفتن ز فراق — نساخ بیار ہم نمی باید گفت

نساخ

در سینه من کینه ندیدست کسے
آئینه نما سینه ندیدست کسے

جز پرتو حسنش که بدل می بینم
خورشید در آئینه ندیدست کسے

اسکندر

ای دل ز شراب وصل بیهوش مشو
وز بادۀ قرب مست و مدہوش مشو

هر چند ز دوست بیشتر بینی ناز
در عرض نیاز کوش و خاموش مشو

صدر

آن نیست رہ وصل که انگاشته ایم
وان نیست جهان جان که پنداشته ایم

آن چشمه که خورد خضر ازو آب بقا
در خانۂ ماست لیکن انباشته ایم

قاضی عبداللہ

در مملکتِ وجود فرمان از تست   درمانِ دلِ بے سر و سامان از تست

ما را بدوائی دردِ دل کاری نیست   دل از تو و درد از تو و درمان از تست

عزیز کاشی

ای دوست میان ما جدائی تا کے   چون من توام این منی مائی تا کے

با غیرت تو مجال غیر تو نماند   پس در نظر این غیر نمائی تا کے

فائض

فائض سخنِ راست ز ما باور کن   مژگان بندامتِ گناہی تر کن

پروانہ شبی بخواب ما آمد گفت   شب رفتہ چہ مردہ چراغی بر کن

متین اصفہانی

بگذار طلب بہ تخت شاہی نشیں
در سایۂ رحمتِ آلہی بہ نشیں

خلوت بنود گوشہ نشینی تنہا
بیخود شو و ہر کجا کہ خواہی بہ نشیں

نامی

در مذہب با لجملہ یکساں می باش
در دائرۂ کفر با یماں می باش

ایں ست طریق عشق جانانۂ ما
زنار بگردن و مسلماں می باش

شیخ نظام الدین گنجوی

گہ دیدہ بہ دیدنِ جمالِ تو خوش ست
گاہی دلِ مسکین بخیالِ تو خوش ست

ہیچ از تو بجز فراقِ تو ناخوش نیست
آں نیز بامیدِ وصالِ تو خوش ست

ملا حیاتی گیلانی

با آه خوشم که آشنای دل ماست　　با ناله که آهم از برای دل ماست
با گفت و شنید درد و غم نیز خوشم　　کان کہنہ حدیث ماجرای دل ماست

حضرت شاہ نعمت اللہ ولی

چوں یوسف باغ در چمن می آید　　بوی ز زلیخا سوے من می آید
یعقوب دلم نعرہ زناں می گوید　　فریاد کہ بوی پیرہن می آید

ابو الفوارس شاہ شجاع مظفری

جاں در طلب وصل تو شیدائی شد　　دل در خم گیسوی تو سودائی شد
اندر طلب وصال تو گرد جہاں　　بیچارہ دلم بگشت و ہر جائی شد

سلطان بایزید

از واقعهٔ ترا خبر خواهم کرد — وان را بدو حرف مختصر خواهم کرد

با عشق تو در خاک فرو خواهم شد — با شوق تو سر ز خاک خواهم کرد

عبدالرحیم خانخانان

دل چیست که همسر وفایت نشود — جان کیست که کیشِ جفایت نشود

یکدم همه آن نیست که نثارت نبود — بیزارم از آن جان که فدایت نشود

عبدالرحیم خانخانان

میرفت و ز دیده اشکباران میکرد — گریان گریان وداع یاران میکرد

آنجا ز وصال مرده را جان میداد — اینجا ز فراق زنده بیجان میکرد

علی قلی خان والہ

چشمان تو ترک می پرستی نکنند — اندیشہ ز خون ریزی و مستی نکنند
کوتاہ بہ زلف از خدا خواستہ — تا اہل ہوس دراز دستی نکنند

علی قلی خان والہ

چشمت بفسوں شکارہا خواہد کرد — بسمل بہ یکے ہزارہا خواہد کرد
ابروی تو خون عالمی خواہد ریخت — این تیغ برہنہ کارہا خواہد کرد

بیرم خان خانخاناں

تا کی صنما یار تو اغیار شود — در بند جدائی چو من زار شود
ہر کس کہ مرا از تو جدا می خواہد — یارب بہ بلائی بدگرفتار شود

قزلباش خاں مرحوم

در محفل ناز یار ہا منتظر اند　　در باغ گل و ہزار ہا منتظر اند

ای درد بدار دست از پای امید　　در کوچہ یار خار ہا منتظر اند

فریدالدین احوال سفرائی

دل را بہ کرشمہ چشم او بندہ کند　　جان را لب او عاشق یک خندہ کند

این طرفہ کہ ہر کرا کشد از غمزہ　　باز از سخن یکی دو سہ زندہ کند

ملا حسین نودی

در صفحۂ دہر آیت عشق نماند　　در ہیچ زبان شکایت عشق نماند

تا گرم کند فسردہ را بدے　　یک سوختہ در ولایت عشق نماند

ملا حسین یزدی

آنرا بکمال سرفرازے دادند — وین ابو فوربال بازی دادند
ما را که بدریوزهٔ دیدار شدیم — عاشق کردند و بے نیازی دادند

محمد قلی سلیم

صبح ست و نوای بلبلی می آید — زان طرهٔ نسیم سنبلی می آید
همچو مژه در دیدهٔ ما جا دارد — خاری که از و بوی گلی می آید

مولانا ناتونی

زاهد ز غم زمانه محزون و فگار — ما از غم یار این چنین زار و نزار
شک نیست که هر دو را کشد آخر کار — او را غم روزگار و ما را غم یار

ملا ملک قمی

مائیم و دلی و سوز آن مایهٔ ناز چشمی گریان و شعلهٔ آه و نیاز

یک قطرهٔ خون و اینهمه درد و ... مشتے خاشاک و این همه سوز و گداز

کمال الدین اسمعیل

گر جان خواهد ز من همه جان دهمش ور عمر گرامی طلبد آن دهمش

چیزیکه جهان ز من نخواهد ستدن آن به که بدست خود بیاران دهمش

مجذوب

روزیکه رسے بپرسش این دل ریش جانی که تو دادهٔ کنم تحفهٔ خویش

شاہے که بکلبهٔ گدائے گذرد از مال خودش ماحضر آرند بپیش

عطار

گر قلب نبرد باید ت اینک دل | در عاشق فرد باید ت اینک دل
گر کعبۀ شوق باید ت اینک جاں | در قبلۀ درد باید ت اینک دل

عطار

جاناں نظری بر دلِ درویشم کن | یا چارۀ جاں چارۀ اندیشم کن
ایں میدانم کہ خاک می باید شد | گر خاک کنی خاکِ رہِ خویشم کن

شیخ مغربی

ای مہر رخ تو مہر گنجینۂ دل | گنجی ست نہاں عشق تو در سینۂ دل
جز عشق تو نیست یار دیرینۂ جاں | جز درد تو نیست یار دیرینۂ دل

حکیم سنائی

دل سوختهٔ جمال او می بینم | جان شیفتهٔ وصال او می بینم
چندان که درین اره بر می گردم | نقصان خود و کمال او می بینم

شیخ سعدی شیرازی

آن دوست که دیدنش بیارآید چشم | بی دیدنش از گریه نیاساید چشم
ما را ز برای دیدنش باید چشم | ور دوست نمی بینم بچه کار آید چشم

شیخ سعدی شیرازی

گر دیدم تهی جام لبالب خالی | تا بو که نهیم لب بر آن لب خالی
ترسیده از آنیم که ناگاه زجان | بی وصل لبت کنیم قالب خالی

جمال الدین عبد الرزاق

بی دیدن دوست دیدگان را چه کنم   چون نیست امید وصل جان را چه کنم

جانم ز برای وصل او می بایست   بی جانِ جهان جانِ جهان را چه کنم

لطف علی بیگ سامی چرکس

گه بیخود و گه خراب و گه مست دلم   گه بیهده گرد و گاه پابست دلم

آن روز که هر کس ز کسی داد زند   فریاد زنم که داد از دست دلم

عین القضاة همدانی

از دامن دوست دست کوتاه مکن   ور تیر زند بر جگرت آه مکن

یک لحظه ز یاد دوست غافل منشین   او خواه ز تو یاد کند خواه مکن

امیر خسرو دہلوی

از عشق که کرد اے دل ابله توبه ۔ تا من کنم از جمال آں مه توبه
شب تیره دمی روشن و مخلص حاصل ۔ او حاضر و من عاشق و آنگه توبه

شیخ عماد الدین فضل اللہ

در حضرت دوست تحفهٔ جان نبری ۔ در دست چو دهند نام دربان نبری
بیدار ز درد دوست نالان گشتی ۔ خاموش که عرض دردمندان نبری

میر شوقی یزدی

شوقی غم عشق دلستانی دارے ۔ گر پیر شدی غم جوانی داری
شمشیر کشیده قصد جانها دارد ۔ خود را برسان تو نیز جانی داری

حاجی محمد جان قدسی

خوشنود بمژدهٔ وصالم کردی   نا آمده مشتاق جمالم کردی
وصلِ چو توی مرا نیاید باور   دیوانهٔ سودای خیالم کردی

مولانا ایزدی یزدی

ای ساقی بادهٔ محبت جامے   وی قاصد غمزهٔ نهان پیغامے
تا کی هدفِ تیر تغافل باشم   قهری لطفی تبسمی دشنامے

طالب آملی

برقِ نفسم خرمنِ افلاک بسوخت   اشکم دامان لاله در خاک بسوخت
هر ذره دلم آہے کز گرمی آں   کیفیتِ باده در رگ تاک بسوخت

طالب آملی

در سینہ نفس یوسفِ زندانِ غمست — در دیدہ نگاہ پیرِ کنعانِ غمست
اینک چوں لالہ در بیابانِ الم — ہر پارۂ دل بر سرِ پیکانِ غمست

طالب آملی

شبہا کہ ببزمِ دوست پیمانہ کشم — در روزنِ سینہ آہِ مستانہ کشم
تا شمع ز رشک خیرہ بنشیند ہم — خاکسترِ دل بچشمِ پروانہ کشم

طالب آملی

در وادیِ عشق مست و مجنوں باید — ہر گام بصد دجلہ و جیحوں میرو
ایں بادیہ را نشاں پائے نبود — منزل منزل بر اثرِ خوں میرو

طالب آملی

عاشق لب دل بعیش خندان نکند　سوز دز ملال و یاد نسیان نکند
صد گلشن اگر بہ تحفہ آرند برش　غیر از گل اشک خود بدامان نکند

طالب آملی

آنم کہ زیاں گر طلبم سود شود　بر شعلہ اگر روئے نہم دود شود
گر مرہم داغ خود بہ دریا فگنم　ماہی بتہ آب نمک سود شود

طالب آملی

در گریہ نمک سود کنم پارۂ دل　الماس برون دہم ز فوارۂ دل
زاں گونہ سیہ دلم کہ گر کار افتد　در دیدہ کشم سرمۂ نظارۂ دل

گرامی پنجابی

ما زفرمسنج گلشن لاہوتیم   افتادہ بدام فتنۂ ناسوتیم

نے عقل نہ عشق نے تصرف نہ اثر   پیچیدہ بخویش مردہ در تابوتیم

آزاد بلگرامی

اے گل ہر چند خالی از رنگ نۂ   آخر تو ہماں غنچۂ دلتنگ نۂ

اے شیشہ مزن لاف نزاکت امروز   انصاف کن آخر تو ہماں سنگ نۂ

آزاد بلگرامی

عشق است کہ ہموارہ نمایاں ماند   با وصف ہزار جامہ عریاں ماند

پوشیدن عشق نیست در دل ممکن   بر تخت جلوس شاہ پنہاں ماند

درد

هر چند نشد دل ز حقیقت آگاه ... پای طلبش هست همان بر سر راه
یارب تو ز خود نشان دهی یا ندهی ... مائیم و همین نام تو الله الله

درد

کیفیت چشم تو بخاطر جا کرد ... مستغنیم از کشمکش صهبا کرد
بر دل چو نظر فتاد از خود رفتم ... این شیشه مگر نشاء پیدا کرد

درد

ای درد چگویم ار چه گویم با تو ... خود بیخبرم خبر چگویم با تو
او باطن محض گشته از فرط حضور ... ظاهر تر ازین دگر چگویم با تو

درد

آں جلوہ کہ از طاقِ شعورم افگند　　بر خرمنِ ہوش برقِ طورم افگند

تا پردۂ راز اقربیت نہ درد　　نزدیک شد آنقدر کہ دورم افگند

درد

درد آنکہ از دگرمیِ صد محفل بود　　روزی دو سہ زین پیش دریں منزل بود

رو بر سرِ تربتش بجانِ آگاہ　　کیں مشت غبار در زمانی دل بود

درد

آں جلوہ بدیدہ یار خواہد گردید　　رازش ہمہ آشکار خواہد گردید

ما آئینہ ایم و خود پرست نگاہ　　ناچار بما دو چار خواہد گردید

درد

جاہل طبعیم گرچہ با عرفانیم　　طفلیم ہنوز گو مطوّل خوانیم

حرفی از ما دگر نباید پرسید　　ما میدانیم انچہ ما میدانیم

درد

امروز کہ وا کرد ز رخ یار نقاب　　در پردۂ بے پردگی آمد بحجاب

از ہجر و وصال او چگویم کہ مرا　　دریا دشت و دشت خالی چو حباب

درد

گرم سفرم ز منزلی می گویم　　افسانۂ شوق محملی می گویم

این قافلہ مست بیخودی و من　　بانگ جرسم درد دلی می گویم

درد

فریاد که حسن بی حجاب او را — در پرده نهفت پردهٔ کوری ما
صد جلوه نمود یار و ما بیخبران — افسوس نداشتیم چشم بینا

درد

ای آنکه همیشه در خیال اوئی — یا طالب دولت وصال اوئی
از خود طلب آن همه کمال او را — چون آئینه مظهر جمال اوئی

درد

هر چند که صافیم کدورت اثریم — محویم ولی همان پریشان نظریم
یعنی که بغفلت کدهٔ خلق ایم — چون آئینه چشم از خود بیخبریم

درد

گہ رنگ طرب بخاطر آمیختہ ست گہ گرد ملال سر بسر بیختہ ست
حیرت زدۂ طلسم ہستی شدہ ایم کاین بحر چہ موج ہا برانگیختہ ست

درد

در رنج و بلا قدم بہ ماتم نہ زنی آئین رضا و صبر برہم نہ زنی
روشن ز تو بزم بندگی چون شمع است ہر چند کہ سوزندت دم نہ زنی

درد

تا چند ز فوت مدعا رنجیدن دکان ہوس بہ جہل بر خود چیدن
تا چشم کشادہ است چون آئینہ ات ورپیش آید ہر آنچہ باید دیدن

درود

آن دم که گشاید در بخشش غفار　　آید همه اسرار نهان در اظهار
از راه معیتی که دارد با ما　　ما را ز جمال اوست چشم دیدار

درود

شو عاشق و در خود طلبی پیدا کن　　یعنی پی وصلش سببی پیدا کن
خورشید ندارد ز کسی جلوه دریغ　　ای ذره برو تاب و تبی پیدا کن

درود

در عشق نه مرد خود پرستی باید　　وارسته ز خویش دل بدستی باید
ای آنکه پری ز باد دعوی چو حباب　　البته ترا بخود شکستی باید

درد

اکنوں من و این گوشهٔ زندان جنوں　　آباد کنم خانهٔ ویران جنوں

سودای کسی نبود در پیش مرا　　شد زلف توام سلسله جنبان جنوں

درد

گر داعیهٔ محیط دارد سیلت　　خار و خس این دست نگیرد ملیت

چون قبله نما اگرچه گرداند دست　　باید که بسوی یار باشد میلت

درد

ای درد اگر ز اصل و فرعت خبر است　　دریاب که تفصیل باجمال در است

در آدم بود ذریاتش پنهان　　در تخم چنانکه برگ و بر مستتر است

درد

از شغل بمیدان جنون باید تاخت   وز عرصهٔ وهم خود برون باید تاخت

عمریست که از خویش جدا می‌تازم   هر چند ندانم اینکه چون باید تاخت

درد

ای درد دنیا بی تو صبوری از وی   بعدیست بقرب هم ضروری از وی

دنیا چه حقیقی چه دلی هجران است   اینجا هم اگر توئی تو دوری از وی

درد

از بس ز جدائی کسان سوخته‌ام   خرمن خرمن ز حسرت اندوخته‌ام

یاد ایام نشستم نظرست   چون سوزن چشم بر قفا دوخته‌ام

درد

اسرار نہاں کہ در بیاں می آرم شمعی ست کہ در بزم جہاں می آرم
ای درد چو شعلہ جملہ نوری باشد من سوز دلے کہ بر زباں می آرم

درد

عشق ست کہ دارد ہمہ جا دست رسی گر دست گذر با آسماں نیز بسے
این شکل ہلال نیست پیدا بر چرخ ناخن بدل سپہر زد حسن کسے

مومن دہلوی

عشقی خواہم کہ جاودانی باشد یاسے خواہم کہ کامرانی باشد
عمری خواہم کہ بدتر از مرگ بود مرگی خواہم کہ زندگانی باشد

کوکب کشمیری

ما را نبود دلی که کار آید ازو   جز ناله که در دمی هزار آید ازو

چندان گریم که کوچها گل گردد   نی روید و نالهای زار آید ازو

نامی بھکری

در عشق خدا مشق جنون باید کرد   جان را بطریق رهنمون باید کرد

چون شیشه تمام پر ز خون باید شد   وانگه ز ره دیده برون باید کرد

باقر لکھنوی

بیماریم آه بی شفا افتاده است   درد من ز اسباب دوا افتاده است

بگذشته ز من مرا گذارید بمن   کار این خسته با خدا افتاده است

ثاقب کاکوروی

من در طلبش بهر دری پیوستم — از دست کسی نداد مطلب دستم
یک جذبہ ز دوست کار من کرد تمام — المنة للہ کہ ز منت رستم

ثنائی کشمیری

زان حسن بلا ام شور و غوغا شدنی ست — زان زلف دراز فتنہ برپا شدنی ست
از قامت او قیامتے در عالم — امروز اگر نہ گشت فردا شدنی ست

حافظ جالندهری

جانان دم نزع دیدنی هست بیا — احوال دلم شنیدنی هست بیا
ای دادہ رخ تو آب و رنگے گل را — رنگ رخ ما پریدنی هست بیا

عیشی لکھنوی

عیشی شکیب ایں ہمہ بیتابی چیست — بگریستی آنچناں کہ دشمن بگریست
گویند کہ بعد مرگ امید وصل ست — چندے بامید مرگ ہم باید زیست

ہاشم کشمیری

مائیم کہ در شعلہ نشیمن کردیم — آتشکدہ را خیال گلشن کردیم
بردیم خیال دوست ہمراہ بخاک — شمعی بمزار خویش روشن کردیم

واقف دہلوی

تا ہست ز دل اثر تمنا ہم ہست — تا ہست نظر ذوق تماشا ہم ہست
ناصح ایں پند و بند سودی نکند — بگذار کہ تا سرست سودا ہم ہست

واقف دہلوی

دریاب کہ موسم جوانی بگذشت   بشتاب کہ وقت کامرانی بگذشت

ای شوخ بیا بگذر ازیں جور و جفا   زاں پیش کہ بشنوی فلانی بگذشت

ڈاکٹر سر محمد اقبال

دلا نارائی پروانہ تا کے   نگیری شیوۂ مردانہ تا کے

یکے خود را بسوز خویشتن سوز   طواف آتش بیگانہ تا کے

ڈاکٹر سر محمد اقبال

تنے پیدا کن از مشت غبارے   تنے محکم تر از سنگیں حصارے

درون او دل درد آشنائے   چو جوئے در کنار کوہسارے

ڈاکٹر سر محمد اقبال

شنیدم در عدم پروانہ می گفت — دمے از زندگی تاب و تبم بخش

پریشاں کن سحر خاکسترم را — ولیکن سوز و ساز یک شبم بخش

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سحر در شاخسار بوستانے — چہ خوش می گفت مرغ نغمہ خوانے

بر آور ہر چہ اندر سینہ داری — سرودے نالۂ آہے فغانے

ڈاکٹر سر محمد اقبال

چو ذوق نغمہ ام در جلوت آرد — قیامت انگیزم در محفل خویش

چو می خواہم دمے خلوت بگیرم — جہاں را گم کنم اندر دل خویش

ڈاکٹر سر محمد اقبال

چہ می پرسی میانِ سینہ دل چیست — خرد چوں سوز پیدا کرد دل شد

دل از ذوقِ تپش دل بود لیکن — چو یک دم از تپش افتاد گِل شد

ڈاکٹر سر محمد اقبال

خرد گفت۔ او بچشم اندر نگنجد — نگاہِ شوق در امید و بیم است

نمیگردد کہن افسانۂ طور — کہ در ہر دل تمنائے کلیم است

ڈاکٹر سر محمد اقبال

کنشت و مسجد و بت خانہ و دیر — جز ایں مشت گلے پیدا نکردی

ز حکمِ غیر نتواں جز بدل رست — تو اے غافل دلے پیدا نکردی

ڈاکٹر سر محمد اقبال

گدائے جلوہ رفتی بر سرِ طور　　که جانِ تو ز خود نامحرمے ہست
قدم در جستجوئے آدمے زن　　خدا ہم در تلاشِ آدمے ہست

ڈاکٹر سر محمد اقبال

ز رازی معنیٔ قرآں چہ پرسی　　ضمیرِ ما بآیاتش دلیل است
خرد آتش فروزد، دل بسوزد　　ہمیں تفسیرِ نمرود و خلیل است

ڈاکٹر سر محمد اقبال

من از بود و نبودِ خود خموشم　　اگر گویم کہ ہستم خود پرستم
ولیکن ایں نوائے سادۂ کیست؟　　کسے در سینہ می گوید کہ ہستم

ڈاکٹر سر محمد اقبال

تو اے شیخ حرم شاید ندانی   جہانِ عشق را ہم محشرے ہست
گناہ و نامہ و میزان ندارد   نہ او را مسلمے نے کافرے ہست

ڈاکٹر سر محمد اقبال

کرا جوئی چرا در پیچ و تابی   کہ او پیداست تو زیرِ نقابی
تلاشِ او کنی جز خود نبینی   تلاشِ خود کنی جز او نیابی

ڈاکٹر سر محمد اقبال

چہ پرسی از کجایم چیستم من   بخود پیچیدہ ام تا زیستم من
دریں دریا چو موجِ بیقرارم   اگر بر خود نہ پیچم نیستم من

ڈاکٹر سر محمد اقبال

بیا اے عشق اے رمز دل ما　　بیا اے کشت ما اے حاصل ما
کہن گشتند ایں خاکی نہاداں　　دگر آدم بنا کن از گل ما

سخن و خاموشی

بہائی آملی

آنکس که بدم گفت بدی سیرت اوست　　وانکس که مرا گفت نکو خود نیکوست

حال متکلم از کلامش پیداست　　از کوزه همان برون تراود که دراوست

خواجہ عبداللہ انصاری

اندر رہ دیں تصرف آغاز مکن　　چشم بد خود بہ عیب کس باز مکن

بتر دل ہر بندہ خدا می داند　　خود را تو دریں میانہ انباز مکن

رضی ارتیمانی

از دوری راه تا بکے آه کنی   از ره رو رهزن طلب راه کنی

یارب چه شود که بر سرِ هستی خویش   یک گام نهی و قصه کوتاه کنی

شیخ سعدی

آنکس که خطای خویش بیند که رواست   تقریر مکن صواب نزدش که خطاست

آن زشت نمایدش که در طینتِ اوست   آئینۂ کج جمال ننماید راست

بابا افضل کوہی

گر گوئی و گر مصلحت خویش گوئی   چیزیکه نه پرسند تو خود پیش گوئی

گوش تو دو دادند و زبان تو یکے   یعنی که دو بشنو و یکی بیش مگوئی

سحابی استرآبادی

آنرا که شراب معرفت نوش کنند　　از هرچه بجز اوست فراموش کنند
آنرا که زبان دهند دیده ندهند　　وانرا که دهند دیده خاموش کنند

سحابی استرآبادی

عاقل که سلامت است خوش جان و تنش　　از هیچ سخن رنجه شدن نیست فنش
گر دانا گفت آن سخن پندی بود　　ور نادان گفت خود چه باشد سخنش

سحابی استرآبادی

هزل است و فسانه ترا قدر شکن　　جز آنکه ضرورت است آنرا گفتن
در خلق نفاق و شین و غوغا و فتن　　زانست که از اندازه برون رفت سخن

سحابی استرآبادی

یک کس که از و بوی وجود آید نیست یک حرف که از روی شهود آید نیست

هر چند در اوضاع جهان می نگرم چیزی که باو دلم فرود آید نیست

خاکی شیرازی

چندی پی علم و مذهب و کیش شدم یک چند دگر طالب درویش شدم

دیدم که دل است مبداء هر فیضی برگشتم و طالب دل خویش شدم

احمد هاتف اصفهانی

بس مرد که لاف میزد از مردی خویش در پرده زنی دیدم از و مردی بیش

ابنای زمانه دیدم اغلب هاتف مردند ولی بالب و با سبلت و ریش

فیاضی لاهیجی

اسرار نهان فاش نباید گفتن   جز حیرت سامع نفزاید گفتن

هر چند که آئینه جدا نیست ز عکس   لیک آئینه را عکس نشاید گفتن

حکیم سنائی

از خلق ز راه تیز هوشی نرهی   ور خود ز ره سخن فروشی نرهی

زین هر دو بدین دو گر بکوشی برهی   از خلق و ز خود جز بخموشی نرهی

حکیم سنائی

در صورت هر چه هست چرائی بدخو   در سیرت هر چه نیست چرائی بخرو

این هر دو یکی کن و مجوز هیچ خویش   پس لب به کلوخ مال و چین خاک بشو

میرزا مهدی عالی

شاد از سخن آدمی و غمناک شود   پیدا ز سخن جوهر ادراک شود
کافر که نمی شود بصد دریا پاک   بیحرف و سخن به یک سخن پاک شود

قتالی خوارزمی

از دفتر عشق راز میخوان و مگوی   مرکب پی این طائفه میران و مگوی
خواهی که دل و دین بسلامت ببری   می بین و مکن ظاهر و میدان و مگوی

محمد صوفی

صوفی! با زاهد پسی تنگ حوصله است   از صحبت ما دور بصد مرحله است
معنی بلند گوش او نشنیده است   با آنکه دراز گوش این قافله است

رفیع واعظ

کم گو کہ سخن بود چو دُرِ مکنون   گردد ز کمی قیمت این دُر افزوں
تنگی ز دہن از آں پسندیدہ بود   تا حرف از آں شمردہ آید بیروں

مومن یزدی

مومن بہ بدی نیست کسے مانندت   ویں طرفہ کہ خلق نیک می خوانندت
یکچند چناں بدی کہ خود میدانی   یکچند چناں باش کہ میدانندت

امیر خسرو

خواہی ز وصال شادماں دارمرا   خواہی ز فراق در فغاں دارمرا
من ہیچ نگویم کہ چناں دارمرا   ز انساں کہ تو خواہی آنچناں دارمرا

خواجه افضل الدین محمد ترکه

سلطانی و گیرو دارِ عالم سهل ست — وین گنبدِ زرنگارِ عالم سهل ست
زنهار که فکرِ کارِ عالم نکنی — عالم سهل ست و کارِ عالم سهل ست

ظهیر فاریابی

دی شب خردم نصیحتی پنهان گفت — در گوشِ دلم گفت و دلم با جان گفت
با کس غمِ دل مگوی زیرا که نماند — یک دوست که با او غمِ دل بتوان گفت

علی حزین

در گلشنِ دهر محرمِ راز نبود — در بزمِ زمانه نغمه پرداز نبود
تنها نتوان زمزمه پردازی کرد — بستیم زبان کسی هم آواز نبود

مرزا جلال الدین حسین صلائی شہرستانی

ای بخت اگر مرا گل از عید دمد   یک صبح وصال از شب امید دمد
گیرم ز رخش ذخیرہ گر پیش مرگ   تا حشر بچشم ہمہ خورشید دمد

مؤتمن الدولہ اسحٰق خان

ای دل ہشدار تا شرابت نبرد   ای دیدہ نگہدار کہ آبت نبرد
آن بندہ نواز وعدہ دارد امشب   ای بخت خدا کند کہ خوابت نبرد

حکیم رکنائی کاشی مسیح

مردم کہ ز یکدگر جگر ریش تر اند   جمعے بہتر جماعتے بیشتر اند
در غربت مرگ ہم تنہائی نیست   یاران عزیز آن طرف بیشتر اند

حکیم رکنائی کاشی مسیح

این زمرهٔ ناخلف که از بوالبشرند — بیگانه چرا به یکدگر می نگرند

گر آدمیان تمام از یک پدرند — پس بهر چه این قدر ز خود بیخبراند

امیر محمد یوسف نثاری هراتی

ای دل حشم و حشمت سلطان گذرد — روز و شب درویش پریشان گذرد

می نوش غمین مشو که هر کار که هست — آسان گیری بخویش آسان گذرد

شیخ نظام الدین گنجوی

رفتم بسر گور شهنشاه یمن — شه دست برون کرد من و او گفتن

گفتا که ازین سخاوتم عیب مکن — گر دار فنا همین رسیدست بمن

حاجی محمد جان قدسی

آزرده دلم ز صحبتِ خلق بسے　　جز تنهائی دلم ندارد ہوسے
ہمراہ نفسان یک نفسم بگذارید　　شاید کہ بکام دل برآرم نفسے

درد

گہ نالۂ دل مرا صدای چنگ است　　گاہی دلم از نوای نی دلتنگ است
از نغمۂ شکر و شکوہ ام نیست گریز　　تا تارِ نفس ہست ہمیں آہنگ است

درد

ربطی بتو ہر گدا و شاہے دارد　　گر حالِ خوشی و گر تباہی دارد
یعنی کہ بسانِ دانہای تسبیح　　ہر دل در خود ز ہفت راہے دارد

درد

ای کردہ خراب عمر در چون و چرا — عارف نہ شدی اگرچہ گشتی ملّا

از ما بجز اقبال نہ بینی گاہے — ہر چند کہ ایراد نمائی بر ما

درد

رندان ہمہ عمر مستے آمادہ کنند — تا پرورشِ خاطرِ آزادہ کنند

خالی ز خیالاتِ دو عالم باشند — پیمانۂ زندگی پُر از بادہ کنند

آزوال و ترک ہوس

مولانا جلال الدین رومی

یک دم غم جان بخور غم نان تا کے ‏ ‏ در پرورش این تن نادان تا کے

اندر رہ طبل شکم و نائے گلو ‏ ‏ این رقص زنخ بضرب دندان تا کے

مولانا جلال الدین رومی

مارا سگ نفس از پئے حرص و ہوا ‏ ‏ ہر لحظہ دواند بدر ناکس و کس

سگ را برسن کنند از بدنفسی ‏ ‏ در گردن ما کردہ سگ نفس رسن

مولانا جلال الدین رومی

غمهای زمانه را چو پایانی نیست — احوال جهان را سر و سامانی نیست

چندین غم بیهوده بخود در راه مده — کین مایهٔ عمر نیز چندانی نیست

مولانا جلال الدین رومی

خواهی که درین زمانه فردی گردی — یا در رهِ دین صاحب دردی گردی

این را بجز از صحبت مردان مطلب — مردی گردی چو گرد مردی گردی

فیاض لاهجی

هر دل که هوائے عالم راز کند — باید گره علاقه را باز کند

دام است تعلقات دنیای دنی — در دام چگونه مرغ پرواز کند

فیاض لاهیجی

دنیا چاهیست نزد دانا بیته — طول امل است ریسمان این چه

هرچند بود جامهٔ عمر تو دراز — بر قامت طول امل آید کوته

نصرت

افسوس! که آنچه برده‌ام باختنیست — بشناخته‌ها تمام نشناختنیست

انداخته‌ام هرآنچه باید برداشت — برداشته‌ام هرآنچه انداختنیست

میرزا خلیل

زر دوست درین زمانهٔ پرآشوب — باشند ز غم حادثه دایم منکوب

نزدیک بمرگ حرص زر پیران را — افزون گردد چو سایه در وقت غروب

حسن دهلوی

دایم دلِ خود به معصیت شاد کنی — چون غم رسدت خدای را یاد کنی

دنیا ز تو رفته و ترا دعوی ترک — گنجشک پریده را چه آزاد کنی

حکیم سنائی

رو گرد سراپردهٔ اسرار مگرد — شوخی چه کنی چو نیستی مرد نبرد

رندی باید ز هر دو عالم شده فرد — تا می بخورد به جای آب آتش درد

مومن یزدی

گر بستهٔ زلف تو به زنجیر شدم — گر کشتهٔ غمزه نشانهٔ تیر شدم

آزادی هر دو کون می‌خواستم — در بند قفس به هوا چه پیر شدم

مومن یزدی

از رہ مروی بہ جعد گیسوا زن مار سیاہ است ہر سر موا زن
از پہلوی مرد زن برون آورند یعنی کہ تہی باست پہلو از زن

مومن یزدی

با آنکہ یکے گام بہ منزل دارم صد تخم ہوس ہنوز در گل دارم
در خاک نہ دانم کہ چساں می گنجم با این ہمہ آرزو کہ در دل دارم

ابراہیم ازوبادی

ہر زندہ دلیکہ او ز اہل درد است دانستہ ز اسباب تعلق فرد است
ہر پیرزنی مرگ طبیعی دارد مردیکہ بہ اختیار میرد مرد است

بابا فضل کوہی

بادادہ قناعت کن و باداد بزی ∗ در بند تکلف مرو آزاد بزی

در بہ ز خودی نظر مکن غصہ مخور ∗ در کم ز خودی نظر کن و شاد بزی

بابا فضل کوہی

رو دیدہ بدوز تا دلت دیدہ شود ∗ زان دیدہ جہانی دگرت دیدہ شود

گر تو ز پسند خود برخیزی ∗ احوال تو سر بسر پسندیدہ شود

شیخ عطار

خود را چو ز خواب خود بیداری نہ ∗ پس چہ تو چہ شود در پردہ راز

آخر ز وجود خویشتن شرمت نیست ∗ معشوق تو بیدار و تو خوش خفتہ بناز

شیخ عطار

نہ در رہِ اقرار قرارے داری — نہ در صفِ انکار کنارے داری
می پنداری کہ کار تو سرسری است — کوتہ نظرا درازکارے داری

میر محمد باقر اشراق

اشراق غمیں دل از بتاں شاد مکن — بت خانہ ز سنگ کعبہ آباد مکن
ایں دیر فنا را سرِ آبادی نیست — اندر رہِ سیل خانہ بنیاد مکن

جامی

یارب از دو کون بے نیازم گرداں — وز افسرِ فقر سرفرازم گرداں
در راہِ طلب محرمِ رازم گرداں — زاں رہ کہ نہ سوئی تست بازم گرداں

جامی

در راہ اگر تو خود فروشی ہیچی — در طاعت و بندگی نکوشی ہیچی

تا کبر و حسد ز سینہ بیرون نکنی — گر خرقۂ بایزید پوشی ہیچی

رفیع واعظ

اے آنکہ تمام آرزو و ہوسی — طفلی مستی مخبطی خود چہ کسی

گفتی کہ بہ پیری چو رسم توبہ کنم — ترسم کہ جوان روی بہ پیری نرسی

رفیع واعظ

با خشم و شرہ ہمال تا کی باشی — انباز سگ و شغال تا کی باشی

با نفس چہ مسکینی درایں تن ای جاں — با خرس درایں جوال تا کی باشی

ملا مظفر حسین

از حیلهٔ نفس اگر رہی استادی
ورکوہ ہوای خود کنی فرہادی

آزادنه به جستن ای مرغ از دام
از دانه اگر می گذری آزادی

خواجه علی نعیم

در خاطرِ من دو اعجبه بیجا نیست
زانست که از هیچ کسم پروا نیست

از منتِ کائنات فارغ شده ام
بالاتر ازین بهشت در دنیا نیست

اوحد کرمانی

اوحد ادیدی که هرچه دیدی هیچ است
هر چیز که گفتی و شنیدی هیچ است

سرتاسرِ آفاق و دیدی هیچ است
این هم که بگوشه خزیدی هیچ است

وحشت بختیاری

با نفس جہاد کن شجاعت این است — بر خویش امیر شو امارت این است
انگشت بہ حرفِ عیبِ مردم مگذار — مفتاح خزاین سعادت این است

بہائی آملی

ہر تازہ گلے کہ زیب این گلزار است — گر بینی گل وگر بچینی خار است
از دور نظارہ کن مرو پیش کہ شمع — ہر چند کہ نور می نماید نار است

بہائی آملی

ای خم کہ حجاب صبر بشگافتہ — بینائی ز دیدۂ گہر تافتہ
شب تیرہ و یار دور کس مونس نیست — ای ہجر بکش کہ بیکسم یافتہ

نطقی نیشاپوری

آنہا کہ مجرد اند از دنیائے — در عالمِ دل کنند ملک آرائی

عریاں بدنان را بہ حقارت منگر — در برہنگی ست تیغ را گیرائی

ابو سعید مہنہ

آتش بہ دو دستِ خویش در خرمنِ خویش — خود برزدہ ام چہ نالم از دشمنِ خویش

کس دشمنِ من نیست منم دشمنِ خویش — ای وای من و دستِ من و دامنِ خویش

ابو سعید مہنہ

با امی و مستی سرِ تقویٰ داریم — دنیا طلبیم و میل عقبیٰ داریم

کے دنیا و دیں ہر دو بہم آید را ست — این است کہ ما نہ دین نہ دنیا داریم

عبداللہ انصاری

گر از پے شہوت و ہوا خواہی رفت
از من خبرت کہ بینوا خواہی رفت
بنگر چہ کسی و از کجا آمدۂ
می داں کہ چہ می کنی کجا خواہی رفت

سحابی استرآبادی

تا بندِ طلسم آسمانی ویراں
بر گنج وجودِ کے توانی شد ایں
گفتی کہ ز ہردو کون نومید شدم
خاموش کہ امید ہمیں است ہمیں

سحابی استرآبادی

گر مرد ضمیر و عاقبت بیں می بُود
قوت دنیاش قوت دیں می بُود
طفلی میکرد گریہ گاہی پے کام
بالغ شد و گفت آہ اگر ایں می بُود

سحابی استرآبادی

هر چند که هست دولت از نعمت و بخت
باریست گران چو شد برون از حد سخت

بسیاری مال و جاهِ مرد آفتِ اوست
انبوهی میوه بشکند شاخ درخت

سحابی استرآبادی

در دور فلک که بردن باختن است
هر اوج پی حضیض در تاختن است

غافل باشد که رفعتِ خود داند
برداشتنی که بهر انداختن است

سحابی استرآبادی

این فرقه که محو کردگارند همه
بر عرش بلوغ جای دارند همه

وین خلق که با هستی خود مغرور اند
چون طفل بر اسپ نی سوارند همه

سحابی استرآبادی

زین مردم صد رنگ سیہ پوشی بہ　زین خلق فرومایہ فراموشی بہ
از صحبت ناتمام بے حاصل شان　تنہائی و گوشہ و خاموشی بہ

نجم الدین رازی

ای دل! تو اگر مستِ منی ہشیاری　زان پیش کہ بگذری جہان بگذاری
کم خسپ کہ وقتِ صبح مانند بہ تست　خوابی کہ قیامتش بود بیداری

میرزا محمد تقی نصیری

نا اہلِ صورت ہر آنکہ او درپیش است　از گردش چرخ بیشتر دل ریش است
ہر گندم کاو بزرگ تر گشتہ بود　از گردش آسیا شکستش بیش است

محمد صوفی

ابلیس گرگشته در بدی افسانہ　　بیچارہ سگیست بر در جانانہ
گر بیند اہل و آشنا مانع نیست　　مانع شود آنرا کہ بود بیگانہ

عماد کرمانی

با دشمن و با دوست تفضل میکن　　بیداد ز ہر کسی تحمل می کن
غافل منشین کہ عالم اسباب است　　اسباب نگہ دار و توکل می کن

قتالی خوارزمی

یا قوت پیل مور می باید بود　　یا ملک دو کون عور می باید بود
این طرفہ نگر کہ عیب ہر آدمی　　می باید دید و کور می باید بود

میر ابوطالب تبریزی

آنکس کہ ہمیشہ دیدۂ تر دارد　　از خرمن عمر بیشتر بردارد
از گریۂ ایام جوانی بگذر　　بارانِ بہار فیضِ دیگر دارد

بایزید بسطامی

خواہی کہ رسی بہ کام بردار دو گام　　یک گام ز دنیا و دگر گام ز کام
نیکو مثلے شنو ز پیر بسطام　　از دانۂ طمع بُبر کہ رستی از دام

سرمد

باید نہ کشی ز خلق منت گفتم　　گر صاحب فطرتی و ہمت گفتم
انیست خیالِ خام ہرگز نہ کشی　　بر پردۂ عنکبوت صورت گفتم

قتالی خوارزمی

آنم کہ دل از کون و مکان برکندم   وز خوانِ جہاں بہ لقمۂ خورسندم
کندم ز سرِ کوہِ قناعت سنگے   آوردم و بر رخنۂ آز افگندم

رضی آرتیمانی

تا گلگونِ اشک و چہرہ کاہی نشود   دل مشرقِ انوارِ الٰہی نشود
سالک ز سرِ خویش کہ واقف گردد   او عارفِ اسرار کماہی نشود

شیخ سعدی

یا روی بہ کنجِ خلوت آور شب و روز   یا آتشِ عشق بر کن و خانہ بسوز
مستوری و عاشقی بہم نایدراست   گر پردہ نخواہی کہ درد دیدہ بدوز

سرمد

سلطان منم و منت سلطان نکشم — از بہر دو نان منت دونان نکشم
نفسم چو سگ است و من مثال سگبان — از بہر سگی منت سگبان نکشم

سرمد

خواہی کہ رسی بکام تلخی نچشی — آسودہ شوی بار ندامت نکشی
با صبر بساز با قناعت خو کن — از دست ہوا و ہوس در کشمکشی

حافظ شیرازی

با شاہد شوخ و شنگ و با بربط و نی — کنجی و کبابی و یکی شیشۂ می
چون گرم شود ز بادہ ما را رگ و پی — منت نبرم بیک جو از حاتم طی

ابن یمین

چو خاک پای لئیمان شوی ز آتش حرص   شود به باد همه آبرو و چون نشود

غلام خاطر آنم که همت عالیش   رهین منت ابنای هر دون نشود

سعید گیلانی

آنی که سریرت آسمان پایه بود   بر ملک جهان عدل تو پیرایه بود

تا هست خدا تو نیز خواهی بودن   زیرا که همیشه ذات با سایه بود

سعید گیلانی

بر خود در مدح و ذم نمی باید زد   بیرون از حد قدم نمی باید زد

عالم همه آئینهٔ حسن ازلی ست   می باید دید و دم نمی باید زد

مہدی اصفہانی

با حکم قضا ستیزہ نتواں کردن　با دست علاج نیزہ نتواں کردن
تدبیر کجا علاج تقدیر کند　آہن با موم ریزہ نتواں کردن

نساخ

در میکدۂ دہر کہ مستم ساقی　از دست قدح بگیر دستم ساقی
دی ساغری شکستا و من امروز　خم بر سر محتسب شکستم ساقی

عمر خیام

بیگانہ اگر وفا کند خویش من است　در خویش جفا کند بد اندیش من است
گر زہر موافقت کند تریاک است　در نوش مخالفت کند نیش من است

میرزا سعید حکیم تنها

دنیا دو سه روز اگرچه آسان از تست — مغرور مشو که تا توئی آن از تست

چون آهوی رم خورده که واپس نگرد — رویش بتو بود دلش گریزان از تست

شاه ولایت الله

آخر فلک از تو آنچه هستت گیرد — هشیار بزی مباد مستت گردد

هر سود و زیان نه دست خود باید خواست — بی دست تو نیست آنکه دستت گیرد

جهانگیر بادشاه

هرکس به ضمیر خود صفا خواهد داد — آئینه خویش را جلا خواهد داد

هر جا که شکسته بود دستش گیر — بشنو که همین کاسه صدا خواهد داد

سلطان علاء الدین سلجوقی

معشوقہ زہرہ رخ ہمیداشت امید کان خوبی و این عشق بماند جاوید
از گردش چرخ و سیر ماہ گردون او روی سیاہ کرد و من موی سفید

قابوس دشمگیر

چون پیر شدی کار جوانی نتوان کرد پیری ہمہ کافری نہان نتوان کرد
در ظلمت شب ہر آنچہ کردی کردی در روشنی روز ہمان نتوان کرد

یحییٰ نیشاپوری

ظالم کہ کباب از دل درویش خورد چون درنگری ز پہلوی خویش خورد
دنیا عسل ست ہر کہ او بیش خورد خون افزاید تب آورد نیش خورد

میر باقر داماد

از خوان فلک قرص جوی بیش مخور — انگشت عسل مخواه و صد نیش مخور
از نعمت الوان شہان دست بدار — خون دل صد ہزار درویش مخور

علی حزیں

ای سوختہ جان سپند یاد تو بخیر — وی درد کش نژند یاد تو بخیر
آوارہ کیستی کجائی چو نے — آہ ای دل مستمند یاد تو بخیر

علی حزیں

بخرید یکے خواجہ غلامی بہوس — پرسید ازاں بندۂ پاکیزہ نفس
کائی بچہ کار تا ہمانت سپرم — گفتش کہ ہمیں بکار آزادی بس

ملا حسن یزدی

دارم سخنی یاد ز فیثاغورس — گویم بتو گر زانکه بمن داری حس
از خلق بکن چهار کس رنجه مشو — بیمار و غریب و روزه دار و مفلس

شیخ نجم الدین کبری

دنیا طلبان ز حرص مستند همه — موسی کش و گوساله پرستند همه
هر عهد که با خدای بستند همه — از بهر درست زر شکستند همه

عبید زاکانی

با درد سرم زین دل سودا پیشه — کو را نبود بجز تمنا پیشه
پیرانه سرش آرزوی برنائیست — فریاد ازین پیر کهن برنا پیشه

حکیم فغفور لاہجی

نداری این جہان زر دارائی بہ
دلق نمد از اطلس دارائی بہ

آسودگی از شغل ہر دو عالم بودن
صد رہ ز سکندری و دارائی بہ

خواجہ حسین مروی

مردی ز معتقدات واہی تاکی
ذکر طرب و فکر مناہی تاکی

سودای جوانی و جوانان تا چند
با موی سفید روسیاہی تاکی

مُلّا محمد رضا نوعی جبوشانی

گہ چون خم بادہ ام بجوش آوردی
گہ چون لب توبہ در خروش آوردی

ایام سلامتی بہ مستی دادی
ہنگام ندامتم بہوش آوردی

آغا عبدالباقی نہاوندی

یارب ممنون آشنایان نکنی — شرمندهٔ این غلط نمایان نکنی

ہر چیز کہ میکنی بکن امر از تست — محتاج بنو کیسہ گدایان نکنی

درد

از حرص گر آتش فشاند دل ما — چون شمع چہ عجب کہ حلم راند دل ما

اے درد ہزار سلطنت مفت بود — جمعیت اگر بہم رساند دل ما

درد

بر دوش ہوا بستہ نفس محمل ما — حیف ست کہ پیچید ہوسی در دل ما

حل ہمچو حباب گرچہ کردیم ولے — جز ہیچ نداشت در گرہ مشکل ما

درد

هرچند کند زمانه کار خود را — از دست مده تو اعتبار خود را
از پای فتاده چون سایه ولے — برکس نفگنده ایم بار خود را

درد

با اہل دول تندی خو پیدا کن — در گلشن مسکنت نمو پیدا کن
تا کی ز ہوا زنی بعزت آتش — در خاک نشیں و آبرو پیدا کن

درد

گر مست شبابیم خراب شیبیم — در مجمع ہنر تمام صرف عیبیم
ستار عیوب نیست جز پردۂ غیب — مشتاق لقای پردہ پوش غیبیم

درد

هر چند هزار جلوه پیدا کردیم　　آخر همه را بخویش اخفا کردیم
چون کاغذ آتش زده دریا پوشیده　　چیزیکه بصد چشم تماشا کردیم

درد

ناچار اید رو درجهاں باید زیست　　هر چند که شد زیست گران باید زیست
مردن بمراد خود میسّر گر نیست　　چندی بمراد دیگراں باید زیست

درد

مینا ست اگر سر نیاز ست اینجا　　جام ست اگر دیدهٔ باز ست اینجا
این محفل درد جای بدمستی نیست　　هشدار که بزم امتیاز ست اینجا

درد

ای مرد طرب باش و خوش و آسوده رنجی مبر از فکر جهان بیهوده
چندان منما غور در افلاک و نجوم کاین گنبد بی در ز کسی نگشوده

درد

ای درد ترا نه همنشینی باید نی یار و ندیم نی قرینی باید
اکنون که نشسته درین کلبه ترا چشم و دل و اشک و آستینی باید

درد

ای مرد رسیدت اگر از خلق آزار رنجی مبر از ذلت و خواری زنهار
گر بر سر تو نهند پا مردم دهر تو از ره انکسار سر بر پا دار

درد

تا کی بتلاش مال خواهی کوشید	با هر بد و نیک دہر خواہی جوشید
پوشیدن جامها اگر رشد است	اکنون از خویش چشم باید پوشید

درد

چون آمدۂ بعالم امکان باش	دیدی کن و در وضع جهان خندان باش
اینجا ای درد خود مصلای عام است	یکچند درین خانہ تو هم مهمان باش

درد

نی مال مرا باید و نی فوج و سپاه	از قطع تعلقم بود حشمت و جاه
ترک اسباب بہ ز جمع اسباب	کز دولت فقر هر گدا گردد شاه

درد

در سر نہ ہوای مال و جاہے دارم　　در دل نہ غم زر و سپاہے دارم

صاحب نظرے توجہے گر بکند　　چوں آئینہ چشم بے نگاہے دارم

درد

گر مردم محتاج زغم می گریند　　زاں بیشتر ارباب نعم می گریند

وقتست کہ از دست زمانہ اکنوں　　چوں بہ ہمہ اہل کرم می گریند

درد

ای محب اتفاق می باید کرد　　با یکدگر اتفاق می باید کرد

از وہم خودی نفاق خیزد غافل　　از خود گذر اتفاق می باید کرد

درد

هرسبز نگشت هیچ گردانۂ حرص — آباد نگردید گهی خانۂ حرص

چون ظرفِ شکسته باز خالی گردد — هرچند که پر کنند پیمانۂ حرص

بیخبر بلگرامی

نشناخت کسی بواقعی مطلق را — این سرخ و سپید و سبز و استبرق را

هفتاد و دو فرقه را که گوئی باطل — بہ حق دانی اگر تو دانی حق را

غالب دہلوی

گر دیدن زاہدان بجنت گستاخ — وین دست درازی بثمر شاخ بشاخ

چون نیک نظر کنی ز روی تشبیہ — مانند بہائم و علف زار فراخ

واقف دہلوی

زاہد گلگشتِ باغ می باید کرد   کسبِ فرح از ایاغ می باید کرد
اصلاحِ مزاج از ضروریات ست   یک تنقیۂ دماغ می باید کرد

واقف دہلوی

از اہلِ دول مدار چشم انعام   جوشند اگر با تو بہ گرمے تمام
در کیسۂ شان غیر تہیدستی نیست   بد نام خزانہ اند ہمچوں حمّام

سید محمد حسین امجد حیدرآبادی

ممسک ہمہ خونِ دلِ صد چاک خورد   یک لقمہ بصد نالۂ غمناک خورد
بدبخت زکسبِ مال نفعے نبرد   افعی بر گنج ماند و خاک خورد

سید احمد حسین امجد حیدر آبادی

ممسک پئے مال چوں گدا می گردد
بر زر بہزار جاں فدا می گردد

طامع زحصولِ مال طماع شود
چوں دانہ بیابد آسیا می گردد

سید احمد حسین امجد حیدر آبادی

از دستِ بخیل زر فتادن معلوم
از بطنِ عقیمہ طفل زادن معلوم

از دونِ نشاں کامروائی مشکل
از ناخنِ پا گرہ کشادن معلوم

ڈاکٹر سر محمد اقبال

جہاں مشتِ گل و دل حاصلِ او ست
ہمیں یک قطرۂ خوں مشکلِ او ست

نگاہِ ما دو بیں افتاد ورنہ
جہانِ ہر کسے اندر دلِ او ست

ڈاکٹر سر محمد اقبال

سرِ کیقباد۔ اکلیل جم خاک — کلیسا و بتستان و حرم خاک
ولیکن من ندانم گوہرم چیست — نگاہم برتر از گردوں تنم خاک

آزاد بلگرامی

اے دل تو دمے بیاد سبحاں نشدی — وز فعل بد خویش پشیماں نشدی
واعظ شدی و شیخ شدی و قاضی — ایں جملہ شدی ولے مسلماں نشدی

طاعت و ورع و لطف و کرم

رضی آرتیمانی

صد حیف ای دل اگر بدیدار نشد واقف ز تجلیات اسرار نشد
قانع بہ ہمی کہ دو چشت باز است خرگوش صفت ولیک بیدار نشد

رفیع واعظ

آں کو بدلش ہیم گنہ کباب است گر دعوی دل کند یقیں کذاب است
اندک گنہی خراب سازد دل را در خانۂ آئینہ نمی سیلاب است

اهلی شیرازی

گر در پے قول و فعل سنجیده شوی — در دیدهٔ خلق مردم دیده شوی

با خلق چناں کن که گر فعل ترا — هم با تو عمل کنند سنجیده شوی

سحابی استرآبادی

نه هر که نکوست دوست میباید بود — بد را بر مغز پوست می باید بود

یعنی سهل است دوست بودن با دوست — با دشمن نیز دوست می باید بود

سحابی استرآبادی

خواهی که ترا رتبه ابرار رسد — مپسند که کس راز تو آزار رسد

از مرگ میندیش و غم عشق مخور — کاین هر دو بوقت خویش ناچار رسد

سحابی استرآبادی

گر خلق جهان همه به طاعت خیزند — صد گونه عطا کنند و خیر انگیزند

چون نیک نظر کنی نبینی جز این — کز بحر به بحر مشت آبی ریزند

سحابی استرآبادی

[illegible] — معذوری اگر نجوی آزادان را

[illegible] — لطف و کرم است و تو نداری آن را

سحابی استرآبادی

سلطانی و کبر و عجب و مستی سهل است — درویشی و فقر و تنگدستی سهل است

خود را برسان بجای جاویدانی — ورنه دو سه روز هر چه هستی سهل است

سحابی استرآبادی

گفتم ہمہ بیداد نمی باید کرد　　گفتہ کہ زخود یاد نمی باید کرد

گفتم کہ چناں گوی سخن تا شنوم　　خندید کہ فریاد نمی باید کرد

سحابی استرآبادی

گم کردم اگر تو جستجویم نکنی　　آئینہ صفت روی بسویم نکنی

در حق خود از لطف تو گفتم بسیار　　یارب یارب دروغ گویم نکنی

ابوسعید مہنہ

چہ دنیاست بہشت منزلگاہ است　　این ہر دو بہ نزد اہل معنی کاہ است

گر عاشق صادقے ز ہر دو بگذر　　تا دوست ترا بخود نماید راہے

ناظر کازرونی

یکچند چو مسکاں فشردم رہ حلق
یکچند چو مفلساں زدم وصلہ بہ دلق
نکشود ز کار دل بہ اینہا گرہی
بستم کمرے تنگ پئے خدمت خلق

ابوسعید برغش

ای دوست از جملہ نیک و بد بگذشتم
کافر بودم کنوں مسلماں گشتم
ہر چیز کہ آں خلاف رای تو بود
گر خود ہمہ دیں است ازاں برگشتم

قتالی خوارزمی

گر بر سر نفس خود امیری مردی
در بر دگرے حرف نگیری مردی
مردی نبود فتادہ را پائی زدن
گر دست فتادہ بگیری مردی

ہاتف اصفہانی

ای درحرم و دیر ز تو صد آہنگ   بے رنگی و جلوہ میکنی رنگ بہ رنگ
خوانند ترا مومن و ترسا شب و روز   در مسجد و مکہ و کلیسائے فرنگ

شیخ سعدی

منعم کہ بہ عیش میرود و روشبش   نالیدن درویش نداند سببش
بس آب کہ میرود بہ جیحون و فرات   در بادیہ تشنگاں بجاں در طلبش

شیخ سعدی

من بندۂ آنم کہ دلے بربایہ   یا دل بکسے دہد کہ جاں آسایہ
آنکس کہ نہ عاشق و نہ معشوق کسیست   در ملک خدا اگر نباشد شاید

خسرو دہلوی

نے دل ز پئے طمع مشوش دارم　　نہ سینہ ز حرص زیر پر آتش دارم
نان جو و آب چاہ و کنجے خالی　　یا رب کہ چہ زندگانی خوش دارم

ہدایت طبرستانی

آں دل کہ خدای را بود منزل کو　　زیں تخم صنوبری ترا حاصل کو
گویند کہ دل برائے حق شد آری　　دل خانۂ حق بود و لیکن دل کو

خواجہ علی نعیم

یا رب بچہ تحصیل رضای تو کنم　　خود را بہ چہ حیلہ آشنای تو کنم
عمر ابدی بہ خضر ارزانی باد　　من میخواہم کہ جاں فدای تو کنم

میرزا احسن خان الفت

ناگشته دلِ شکسته ام خلوتِ دوست | با غیر نه پرداختم از صحبت دوست
او یکنفس از همچو منی غافل نیست | من بهر چه غافل شوم از خدمتِ دوست

جامی

خواهی که به صوفی گری از خود برهی | باید که هوا و هوس از سر بنهی
وان چیز که داری به کف از کف بدهی | صد زخم بلا خوری و از جا نجهی

جامی

ای وای بر آنکه دلستانش برود | از پیش نظر سرو روانش برود
گفتی که بر فتنش رضا ده هیهات | چون زنده رضا دهد که جانش برود

ابن یمین

خواهی که خدا کار نکو با تو کند　　ارواح و ملائک همه رو با تو کنند

با هرچه رضای او دران نیست مکن　　یا راضی شو به هرچه او با تو کند

مومن یزدی

بخشش هنر است و عیب درخواستن است　　خواهش خود را به عیب آراستن است

در داد و ستد حالِ مه و مهر ببین　　مهر است تمام و ماه در کاستن است

مومن یزدی

شد عمر تمام و ناتمامیم هنوز　　در دوزخ حسرتیم و خامیم هنوز

عمریست که در راهِ طلب گام زنیم　　وین طرفه که در نخست گامیم هنوز

مومن یزدی

ای کز پئے کسبِ علم برپا شدۂ
تحصیل علوم راُ مہیا شدۂ

از دفترِ عشق تا نخوانی ورقے
بوجہلی اگرچہ ابنِ سینا شدۂ

مجذوب تبریزی

مجذوب اگر با تو کسی جنگ کند
آں کن کہ خجالتش بصد رنگ کند

بالطف بہ ناکساں بیامیز کہ آب
از نرمئ خویش رخنہ در سنگ کند

میرزا صالح الرضوی

ہرگز نشوی در آشنائی ہا سست
می باش بہ یک طریق از روزِ نخست

ہر چند کہ بشکنندت از صافئ خویش
چو آئینۂ شکستہ بنما ی درست

ابوالحسن وحی

گر خاکِ درش بہ دیدۂ ترسائی   در پیش رخش بہ دیدۂ ترس آئی
گر غیر خیالِ او در آری بہ نظر   در دیدۂ حق بہ دیدۂ ترسائی

سرمد

از بوالہوسان کام نیابی ہرگز   زیں طائفہ آرام نیابی ہرگز
صد سال اگر جاں بکنی ہمچو نگیں   بدنام شوی۔ نام نیابی ہرگز

سرمد

چوں نقشِ نگیں بہ پئے نامی تو ہنوز   جاں می کنی و در پئے کامی تو ہنوز
از خرمنِ عمر خوشہ تو شہ بگیر   ہنگام درو رسید و خامی تو ہنوز

حافظ شیرازی

با مردم نیک و بد نمی باید بود　　در بادیه ویود و دونمی باید بود
مفتون معاش خود نمی باید شد　　مغرور بہ عقل خود نمی باید بود

راقم مشہدی

ظالم کہ کلاہ گوشہ بر می شکند　　درویش و غنی بیکدگر می شکند
غافل کہ دلِ نازکِ مظلومان ست　　آں شیشہ کہ کوہ را کمر می شکند

شرف یحییٰ منیری

چوں عود نبود چوبِ بید آوردم　　روی سیہ و موی سفید آوردم
چوں خود گفتی کہ نا امیدی کفر ست　　فرماں تو بردم و امید آوردم

عمر خیام

گر گوہر طاعتت نسفتم ہرگز ورگرد گنہ ز رخ نرفتم ہرگز
نومید نیم ز بارگاہ کرمت زیراکہ یکی را دو نہ گفتم ہرگز

نواب صدیق حسن خاں

صدیق حسن بلاست سرمستی تو خود نیست برابرست با ہستی تو
بی نقد عمل کس نفروشد جنت ہیہات ہیہات از تہیدستی تو

نواب صدیق حسن خاں

این اندوہ کاہ و آب و آتش ہمہ پوچ یعنی کہ تردد و معاشت ہمہ ہیچ
در دست تو اختیار کارت چون نیست فکر و اندیشہ و تلاشت ہمہ پوچ

مولانا جلال الدین رومی

نی با تو دمی نشستنم سامان ہست ‌‌ ‌ نی بی تو دمی زیستنم امکان ہست

اندیشه درین واقعه سرگردان است ‌ ‌ ‌ این واقعه نیست روی درمان است

مولانا جلال الدین رومی

ایزد که جهانی بکفِ قدرت اوست ‌ ‌ ‌ دو چیز ترا داد که آن ہر دو نکوست

ہم سیرتِ آنکه دوستداری کس را ‌ ‌ ‌ ہم صورتِ آنکه کس ترا دارد دوست

مولانا جلال الدین رومی

بسیار ترا خسته روان باید شد ‌ ‌ ‌ وانگشت نمای این و آن باید شد

گر آدمی بساز با آدمیان ‌ ‌ ‌ ور خود ملکی با آسمان باید شد

مولانا جلال الدین رومی

زنهار بگو که رهروان نیز نیند　　کامل صفتان بی نشان نیز نیند

زین گونه که تو محرم اسرار نهٔ　　می پنداری که دیگران نیز نیند

اوحد الدین کرمانی

ای قبلهٔ هر که مقبل آمد کویت　　محراب دل شکستگان ابرویت

امروز کسی کز تو بگرداند روی　　فردا بکدام دیده بیند رویت

شیخ عماد الدین فضل الله

غم را ز من و مرا گزیر از غم نیست　　یاران قدیم را شکست از هم نیست

غم خوی بمن کرده و من خوی بغم　　همچون من و غم دو یار در عالم نیست

قاضی میر حسن

آں دل کہ تو دیدہ زغم خوں شد ورفت	وز دیدۂ خوں گرفتہ بیروں شد ورفت
روزی بہوای عشق سیری می کرد	لیلی صفتی بدید و مجنوں شد ورفت

خلیل بیگ گیلانی

ایام شباب باہوس بودم جفت	نی دیدہ دیدہ بود و نی گوش شنفت
درخواب غرور صرف شد نقد حیات	بیدار کنوں شدم کہ می باید رفت

حکیم سنائی

از عہدۂ عہد گر بروں آید مرد	از ہر چہ گماں بری فزوں آید مرد
سیمرغ نہ کہ بے تو نام تو برند	طاوس نہ کہ با تو در تو نگرند

نصیرالدین طوسی

نی هر که بود بعشق دیوانه بود   نی هر مرغی سزای این دانه بود

صد قرن بگردد که نه گردد پیدا   مردی که بنفسِ خویش مردانه بود

بابا افضل کوہی

هر چند دلِ خلق نگهداری به   کس را ز کم و بیش نیازاری به

چون عالم را وفا نخواهد بودن   پس تخمِ جفا هر آنچه کم کاری به

بابا افضل کوہی

چون کیش خصومت بی کیشی به   چون مال ملامت است درویشی به

چون نیست دل از خویشتن و خویشان   بی خویشی به است و بی خویشی به

بابا افضل الدین کوہی

در راہ اگر بہ بینوائے برسی   سر بر قدمش نہ کہ بجائی برسی

بیدرداں را ازیں قدح رنگی نیست   با درد درآ تا بہ دوائی برسی

باقی نائینی

اے خواجہ اگرچہ مال دنیا طلبی   رزق تو مقدر است بیجا طلبی

ہیچ از تو خدا طاعت فردا طلبد   کامروز از و روزی فردا طلبی

غالب

غالب بہ سخن گرچہ کسے ہمسر نیست   از نشأہ ہوش ہیچ اندر سر نیست

می خواہی وصف نغز وانگہ پیدا   ایں بادہ فروش ساقی کوثر نیست

واقف دہلوی

فردا کہ باہل زہد جنت بخشند	در جائزہ ہای و نوش و نعمت بخشند
ما بے عملان نیز امیدی داریم	شاید کہ مرا آیۂ حسرت بخشند

واقف دہلوی

از سلسلۂ بی سر و پایان توایم	از حلقۂ بی برگ و نوایان توایم
ما را محروم برمگردان ز درت	شیئاً للہ با گدایان توایم

واقف دہلوی

فارغ ز غم بودہ و نابودہ نشین	این زین چرخ آفت اندودہ نشین
تدبیر تو شد بلای جانت عاقل	خود را بخدا گزار و آسودہ نشین

جوانی و پیری و حیات و ممات

سحابی استرآبادی

من باغِ جہاں اقفسی دیدم و بس   غرعش نہ ہوا و ہوسی دیدم و بس

از صبحِ وجود تا شبانگاہِ عدم   چوں چشم کشودم نفسی دیدم و بس

عمر خیام

از تن چو رود روانِ پاکِ من و تو   خشتے دو نہند بر مغاکِ من و تو

وآنگاہ برای خشتِ گورِ دگراں   در کالبدے کشند خاکِ من و تو

عمر خیام

این اہل قبور خاک گشتند و غبار ہر ذرہ ز ہر ذرہ گرفتند کنار

آہ این چہ شرابیست کہ تا روز شمار بیخود شدہ و بیخبر اند از ہمہ کار

عمر خیام

دنیا بمراد راندہ گیر آخر چہ وین نامہ عمر خواندہ گیر آخر چہ

گیرم کہ بکام دل بماندی صد سال صد سال دگر بماندہ گیر آخر چہ

شیخ مغربی تبریزی

رفتم بہ سر تربت محمود غنی گفتم کہ چہ بردہ ز دنیای دنی

گفتا کہ سہ گز زمین و شش گز کرباس تو نیز ہمان بری اگر صد چو منی

حسن دہلوی

گر نامِ تو نقشِ دفترِ افلاک است   هم از ورقِ حیاتِ وزی پاک است
گر نوح هزار سال در عالم زیست   شد چند هزار سال کاندر خاک است

بابا افضل کوہی

بودی که نبودت نجور و خوابِ نیاز   کردند نیازمندت این چار انباز
هر یک بتو آنچه داد بستاند باز   تا باز چناں شوی که بودی ز آغاز

بابا افضل کوہی

دل نعره زناں ملکِ جہاں می طلبد   پیوسته وجودِ جاوداں می طلبد
مسکیں خبرش نیست که صیادِ اجل   پے در پئے او نهاده جاں می طلبد

بابا افضل کوہی

گر حاکم صد شہر و ولایت گردی
ور در ہنر و فضل بہ غایت گردی

گر عاشق صادقی و گر زاہد پاک
روزی دو سہ چون رود حکایت گردی

بابا افضل کوہی

عمر تو اگر فزون شود از پانصد
افسانہ شوی عاقبت از روی خرد

باری چو فسانہ می شوی ای بخرد
افسانہ نیک شو نہ افسانۂ بد

غزالی مشہدی

تا کے گوی کہ گوی اقبال کہ برد
تا کے گوئی کہ ساغر عیش خورد

اینہا چہ فسانہ است میباید رفت
اینہا چہ حکایت است میباید مرد

میرزا محمد حسین نوروس

پیر نیست کہ برگ تن پرستی ریزد　　برمنظر عیش رنگ پستی ریزد

هر دندانی کہ افتد از کاوشِ دهر　　یک کنگرہ از حصارِ هستی ریزد

مومن یزدی

قد خم کند و چہرہ زریری پیری　　برهم شکند صولت شیری پیری

گفتم کہ چہ بدتر است پیری یا مرگ　　فریاد برآورد کہ پیری پیری

مومن یزدی

گر صاحب بوریا و گر اورنگ است　　آخر همہ را سوی عدم آهنگ است

از جامِ اجل مست کنندش آخر　　هر چند کہ زیر چرخ مینا رنگ است

مومن یزدی

داریم ز بے ثباتئ عمر الم نگذاشت کہ تادمی بہ آریم بہم
از اشہب روز و ادہم شب دریاب کایں عمر دو اسپہ میرود سوی عدم

جامی

گر ترک وجود غم فرسایندہ کنی کہ آرزوی حیات پایندہ کنی
آیندہ عمر خواہی از رفتہ فزوں در رفتہ چہ کردی کہ در آیندہ کنی

ادائی یزدی

ایں عمر چو باد نوبہاراں ماند ویں عیش چو سیل کوہساراں ماند
زنہار چناں بزی کہ بعد از مردن انگشت گزیدنی بہ یاراں ماند

ملا قاسم مشہدی

ای یافتہ تخمیر و نظام از اضداد   از چہ بکنی ز مرگ خود اصلا یاد
این پیکر و این نفس بگویم بہ تو چیست   مشتی خاکی فتادہ اندر رہ باد

مرتضیٰ قلی خان شاملو

انساں کہ زیک دگر جگر ریش تر اند   خلقے پس تر جماعتی پیش تر اند
در غربت مرگ بیم تنہائی نیست   یاران عزیز آں طرف بیشتر اند

سیف الدین آئینی

دردا کہ بہ عمر آنچہ بہ بود گذشت   دوری کہ مراد دل بیا سود گذشت
ایام جوانی کہ بہاری خوش بود   چوں خندہ برق جھد گل زود گذشت

رضای شیرازی

سلطان به جهان پرده‌سرا زد و رفت — درویش به هر پشت پای زد و رفت

القصه به هر دو روز در گلشن عمر — مرغی به سر شاخ نوای زد و رفت

کاوس جانی دهلوی

گر بر سر ماه برنهی پایهٔ تخت — ور همچو سلیمان شوی از دولت و بخت

چون عمر تو پخته گشت بربندی رخت — کان میوه که پخته شد بریزد ز درخت

ابن یمین

منگر که دل ابن یمین پرخون شد — بنگر که ازین سرای فانی چون شد

مصحف به کفی و چشم بر روی حبیب — با پیک اجل خنده‌زنان بیرون شد

ابن یمین

از کوی حیات تا در مرگ — جز نیم نفس مسافتی نیست
وین طرفه که اندرین مسافت — گامی نه نهی که آفتی نیست

میرزا محمد تقی

این عمر عزیز نیست جز نقش بر آب — دریای غنیمت است فرصت دریاب
در بحر وجود عاقبت همچو حباب — هر یک نفست خانهٔ عمر است خراب

جمالی اردستانی

من در عجبم که هر که خواهد مردن — با خود بجز از کفن نخواهد بردن
از بهر چه آزار خود و یار کند — وا ماده کند آنچه نخواهد خوردن

ابوسعید مہنہ

لذاتِ جہان چشیدہ باشی ہمہ عمر — با یار خود آرمیدہ باشی ہمہ عمر
ہم آخرِ عمر رحلت باید کرد — خوابی باشد کہ دیدہ باشی ہمہ عمر

والہ یزدجردی

تا در نگری نہ سرو ماند است نہ بید — نہ خار ہوس نہ گلستان امید
دہقانِ فلک خرمن عمر ہمہ را — می پیماید بکیل ماہ و خورشید

شیخ عطار

دی بر سر خاکِ پدری با دل ریش — می باریدم خون جگر بر رخ خویش
آواز آمد کہ چند گریی بر ما — بر خویش گری کہ کار داری در پیش

شیخ عطار

دردا کہ دلم بہ ہیچ درماں نرسید جانم بلب آمد و بجاناں نرسید

دربیخبرے عمر بپایاں آمد وافسانۂ عشق او بپایاں نرسید

سرمد

دیدی کہ غم و عیش جہاں در گزشت چیزے کہ در اندیشۂ تو بود گزشت

ایں یک دو نفس کہ ماند سرمایۂ تو ہشیار کہ نقصان نہ کنی سود گزشت

سرمد

راضی دل دیوانہ بہ تقدیر نہ شد فارغ ز خیال و فکر و تدبیر نہ شد

ایام شباب رفت و باقی ہوس است ما پیر شدیم و آرزو پیر نہ شد

سرمد

این جوشِ حباب از قدیم ست قدیم　　این نقش سراب از قدیم ست قدیم
لب تشنہ طرح نوست این کہنہ رباط　　این خانہ خراب از قدیم ست قدیم

حافظ شیرازی

سیلاب گرفت گرد ویرانۂ عمر　　آغاز پرے نہاد پیمانۂ عمر
بیدار شو اے خواجہ کہ خوش خوش بکشند　　حمّال زمانہ رخت از خانۂ عمر

حافظ شیرازی

نہ دولتِ دنیا بہ ستم می ارزد　　نہ لذتِ ہستی بہ الم می ارزد
نہ ہفت ہزار سال شادی جہاں　　با محنتِ پنج روز غم می ارزد

حافظ شیرازی

گفتم که مگر به اتفاقِ اصحاب   در موسمِ گل ترک کنم بادۂ ناب
بلبل ز چمن نعره زنان داد جواب   کای بیخبران فصلِ گل و ترکِ شراب

حافظ شیرازی

مے نوش که عمر جاودانی اینست   خاصیت روزگار فانی اینست
هنگام گل و لاله و یاران سرمست   خوش باش دمی که زندگانی اینست

حکیم قاآنی

از کشتِ عمل بس است یک خوشہ مرا   در روی زمیں بس است یک گوشہ مرا
تا چند چو گاو گرد خرمن گردیم   چوں مرغ بس است دانۂ توشہ مرا

علی حزیں

ساقی قدحی که دور گلزار گذشت مطرب غزلی که وقت گفتار گذشت
ای همنفس از بهر دل زار بگو افسانهٔ آں شبے که با یار گذشت

علی حزیں

اوضاع زمانه لائق دیدن نیست وضع خوشتر ز چشم پوشیدن نیست
دانی ز چه پا کشیده ام در دامن دنیا تنگ ست و جا خسپیدن نیست

خلیفه اصفهانی

افسوس که عمر گذشت بیهوده تلف دنیا به لعب و دین رفت ز دست
رنجید خدا و خلق راضی نشده ضایع کردیم پارهٔ آب و علف

محمود

هر روز یکی ز ور در آید که منم — خود را بجهانیان نماید که منم
چون کار جهان بر و قراری گیرد — ناگاه اجل ز در در آید که منم

شیخ اوحد الدین کرمانی

خرم دل آنکه در غمت مرد و نگفت — اسرار تو با بزرگ و با خرد نگفت
سر در کفن وفای بیچید و برفت — غمهای ترا بآنجهان برد و نگفت

شیخ اوحد الدین کرمانی

گفتم که مگر تخم هوس کاشتنی ست — معلوم شد که جمله بگذاشتنی ست
بگذاشتنی ست هر چه در عالم هست — الا غم دوست کان نگهداشتنی ست

حکیم سنائی

زن زن ز وفا شود نه زیور نشود — سر سر ز خرد شود نه افسر نشود

بی گوهر گوهری ز گوهر نشود — سگ را سگی از قلاده کمتر نشود

حکیم سنائی

گر آدمم ز من بشری نامدی — ور تیره شدن ز من سنگی شدمی

زان بنده بودمی و دین پیغمبر — تا آدمی نه بد شدمی

بو علی سینا

اسرار وجود خام و آشفته بماند — وان گوهر بس شریف ناسفته بماند

هر کس ز سر قیاس حرفی گفتند — وان نکته که اصل بود ناگفته بماند

ابو نصر فارابی معلم ثانی

زان پیش که از جہان فرومانی فرد آن کن که نبایدت پشیمانی خورد
امروز بکن چو می توانی کارے فردا چه کنی چو ہیچ نتوانی کرد

درد

خمار خمار گر ز صہبا بشکست ور محتسب از غرور مینا بشکست
اینها همہ بندۂ ہوای نفس اند من بندۂ آن کسم کہ خود را بشکست

درد

طفلی بگذشت و شد جوانی حاصل پیری ہم می رسد نباشی غافل
ہر چند چو تار سبحہ برجای خودی چوں دانہ کند قطع رہ اینجا منزل

درد

عمری که شمرده ایم سال و ماهش   مانند فلک قرار نبود گاهش

سرگرم سراغ کیست یارب دل ما   یک خلق چو سایه میرود همراهش

درد

گر درد ترا غفلت دل کرده خراب   گه آگهیت فگنده اندر تب و تاب

ای بیخبر این همه شئون تا کی   بیدار تمام باش یا خوب بخواب

درد

از شرم ظهور خویش نایاب شدیم   یعنی چو حباب در دمی آب شدیم

مانند شرر همین قدر فرصت بود   یک چشم گشوده باز در خواب شدیم

درد

عالم ہمہ مست ست زجام ہستی سرشار ز جرعۂ مدام ہستی
از پردۂ ایں ساز چناں شد معلوم کاین نغمہ تراود از مقام ہستی

درد

باید کہ ز فکر زندگانی گذری وز حرص و ہوا و کامرانی گذری
ای درد ز اندیشۂ عالم بگذر زاں پیش کہ زیں جہان فانی گذری

درد

کو عقل و کجا فہم و کرا بینش و ہوش کوراں کراں بہم نمایند خروش
چوں شمع دریں بزم عبث می سوزی ای روشنی طبع تو بہم شو خاموش

خوشنود گوپاموی مدراسی

برخیز ز خواب میرود عمر ز دست
برگیر حساب می رود عمر ز دست

خوشنود ومی به سوگواری بنشین
با چشم پرآب می رود عمر ز دست

واقف دہلوی

پیری ست ولا چه موقع با دمن ست
کی این ہنگام تکلیف پیرہن ست

دامن در کش کنوں ز تقطیع لباس
کیں موی سفید تار و پود کفن ست

غنی کشمیری

افسوس که رفت نشهٔ عہد شباب
سرخوش نشدم یک دم از بادهٔ ناب

از بہر تماشای جہان ہمچو حباب
تا وا کردیم چشم رفتیم بخواب

جبر و اختیار و گناہ و توبہ

رضی آرتیمانی

ای ذرّۂ سرگشتہ قرار تو کجاست　　وی مشتِ غبار اعتبار تو کجاست

در آمد و رفتن و بودن مجبور　　ای عاجز مضطر اختیار تو کجاست

خلیل بیگ گیلانی

ایام شباب با ہوس بودم جفت　　نہ دیدہ دیدہ بود و نہ گوش شنفت

در خوابِ غرور صرف شد نقدِ حیات　　بیدار شدم کنون کہ بباید خفت

عمر خیام

من می خورم و ہر کہ چو من اہل بود — می خوردنِ من بہ نزد او سہل بود

می خوردنِ من حق زازل میدانست — گر من نخورم علمِ خدا جہل بود

عمر خیام

ما لایق مسجد نہ در خورد کنشت — ایزد داند گلِ ما از چہ سرشت

چون کافر درویشم و چون قحبۂ زشت — نہ دین نہ دنیا و نہ امید بہشت

عمر خیام

دارم دلکی غمیں بیامرز و مپرس — صد واقعہ در کمین بیامرز و مپرس

شرمندہ شوم اگر بپرسی عملم — ای اکرم اکرمین بیامرز و مپرس

عمر خیام

من بندۂ عاصیم رضای تو کجاست تاریک دلم نور ضیای تو کجاست

ما را تو بہشت اگر بطاعت بخشی این بیع بود لطف و عطای تو کجاست

عمر خیام

بگشای دری کہ در گشایندہ توی بنمائے رہے کہ رہ نمایندہ توی

من دست بہ ہیچ دستگیرے ندہم کایشان ہمہ فانی اند و پایندہ توی

عمر خیام

ناکردہ گناہ در جہان کیست بگو آنکس کہ گنہ نکرد چون زیست بگو

من بد کنم و تو بد مکافات دہی پس فرق میان من و تو چیست بگو

عمر خیام

یارب بگشای بر من از رزق دری   بی منت مخلوق رسان ما حضری

از باده چنان مست نگهدار مرا   کز بی خبری نباشدم دردسری

ابوسعید مهنه

گر کار تو نیکوست به تدبیر تو نیست   ور نیز بد است هم ز تقصیر تو نیست

تسلیم و رضا پیشه کن و شاد بزی   چون نیک و بد جهان به تقدیر تو نیست

ابوسعید مهنه

دارم ز خدا خواهش جنات نعیم   زاهد به ثواب و من به امید عظیم

من دست تهی میروم او تحفه بدست   تا زین دو کدام خوش کند طبع کریم

نصیرالدین طوسی

این نکتہ نگوید آنکہ او اہل بود ۔ زیرا کہ جواب نکتہ اش سہل بود
علمِ ازلی علتِ عصیاں کردن ۔ نزدِ عقلا زغایتِ جہل بود

شیخ عطار

یک عاشقِ پاک و یک دلِ زندہ کجاست ۔ یک سوختہ بیفکر پراگندہ کجاست
چوں بندۂ اندیشۂ خویش اند ہمہ ۔ برروی زمین خدای را بندہ کجاست

بابا افضل کاہی

ای لطفِ تو دستگیر ہر خود رائی ۔ وی عفو تو پردہ پوشِ ہر رسوائی
بخشای براں کسے کہ اندر ہمہ عمر ۔ جز درگہ تو ہیچ ندارد جائی

بینوائی بدخشانی

زاهد که درین سراچه مأوا دارد اندیشه ز گفتگوی فردا دارد

خوشا دلبری که زاهد و فاسق ازو مست هر جا آبیست رو بدریا دارد

میرزا حیدر رضوی

یارب چه کنم که ناله‌ام بی اثر است هر شام چراغ طالعم تیره‌تر است

هر لحظه ز بس که بشکنم توبهٔ خویش هر توبه که میکنم گناهی دگر است

ناظم هروی

ای صورت و معنی دو سواد از خطت یک بیت زمین و آسمان از قلمت

دیوان وجود را چه تفسیر کنم لفظش همه مبهم است معنی دگرست

شیخ مغربی تبریزی

گر فضل کنی ندارم از عالم باک   ور عدل کنی شوم به یکبار هلاک

روزی صد بار گویم ای صانع پاک   مشتی خاکم چه آید از مشتی خاک

بهائی آملی

آهنگ حجاز می نمودم من زار   کامد سحری ز دل بگوشم این گفتار

یا رب به چه روی جانب کعبه روی   گبری که کلیسیا از او دارد عار

شیخ سعدی

فردا که به نامه سیه درنگری   بس دست تحیر که به دندان ببری

بفروخته دین به دنیا از بیخبری   یوسف که به ده درم فروشی چه خری

سرمد

این نفسِ ستمگاره بہین شیطان است پیوسته عیان بود گہی پنہان است
ابلیس خودی چرا به ابلیس بدی در پیش خیالاتِ تو او حیران است

سرمد

ای یارِ درین یارِ غمخوار توئی آگاه بر احوالِ منِ زار توئی
دیدم همه را و آزمودم همه را در بیکسی ام یارِ وفادار توئی

سرمد

اے جانِ گرامی بجدا نادانی در خانۂ تن یک دو سه دم مہمانی
بر چرخ اگر روی و خورشید شوی آں چیز که در شمار نیاید آنی

سرمد

سرمد کارِ اله لطف و کرم ست — از معصیتِ سیاه کاری چه غم ست
رخشیدن برق بین و جوشِ باران — رحمت چه فزون غضب چه بسیار کم ست

ابن یمین

کرم را درین دور طالب مباش — که محروم مانی ز مطلوبِ خویش
کریمان برفتند گوئی که شد — کرم هم گرفتارِ مقلوبِ خویش

حافظ شیرازی

آن به که ز جام باده دل شاد کنیم — وز آرزوی گذشته کم یاد کنیم
وین عاریتی روانِ زندانی را — یک لحظه ز بندِ عقل آزاد کنیم

حکیم قاآنی

تا کے غمِ زید و گہ غمِ عمرو خوریم — آں بہ کہ بجای غم زخُم خمر خوریم
خوش باش بنیش و نوش کز نخلِ حیات — فرض ست کہ گہ خار و گہے تمر خوریم

صفی رازی

چون نامۂ جرم ما بہم پیچیدند — بردند و بمیزانِ عمل سنجیدند
بیش از ہمہ کس گناہ ما بود ولی — ما را بہ محبتِ نبی بخشیدند

صفی رازی

ہر چند گنہ کنم پگاہ و بے گاہ — نومید نیم ز بخششِ شاہم واللہ
گر ہست نجاتِ عالمی از رہِ عدل — بخشیدہ شوم بفضل ان شاء اللہ

جنتی

هرچند متاعت همه عصیان و خطاست — این جسم شکسته کشتی موج فناست

ای جنتی از کثرتِ طوفان گناه — میندیش که ناخدای این بحر خداست

جامی

ای ذرّه چرا اندیشهٔ بیم ست ترا — دل بیهده زین فکر دو نیم ست ترا

هرچند که غرقهٔ گناهی میندیش — خوش باش که کار با کریم ست ترا

میرزا جلال امیر

هرچند که سر بسر گناه آوردیم — بر سایهٔ رحمت پناه آوردیم

در حشر بامید زلال کرمت — چون نامهٔ خود روی سیاه آوردیم

قاسم

بر ناله و بر زاری من رحمت کن
بر مفلسی و خواری من رحمت کن

بر گریه و بیداری من رحمت کن
بر فقر و نگونساری من رحمت کن

نساخ

یارب شده ام تبه بیامرز مرا
شد روی دلم سیه بیامرز مرا

دردا که بجز گنه نکردم کاری
بخشنده هر گنه بیامرز مرا

نساخ

نساخ کجائی بدر یارب بیا
سر را چه زنی بر در و دیوار بیا

محروم مشو ز جوشش رحمت عام
گر بیگنهی وگر گنهگار بیا

مولانا جلال الدین رومی

فردا که به محشر اندر آید زن و مرد　　از بیم حساب رویها گردد زرد
من عشق ترا بکف نهم پیش آرم　　گویم که حساب من ازین باید کرد

طالب آملی

صاحب کرما بر منِ گمراه ببخش　　سهوی اگرم فتاده ناگاه ببخش
بخشنده پس از خدا چو امروز توی　　در دست توام خواه بکش خواه ببخش

محتشم کاشی

ای شیخ که هست دایم از نخوتِ تو　　در طعنهٔ آلایشِ من عصمت تو
گر عفوِ خدا کم بود از طاعت تو　　دوزخ ز من و بهشت از حضرت تو

درد

گر گشته عیشیم و گر غم زده ایم — از دولتِ او درد بایں عربده ایم
زیں پیش نداشتیم کارے با خویش — از راه نمائیش بخود آمده ایم

درد

عمریست که چون زلف پریشان خودیم — چون غنچهٔ گل سر بگریبان خودیم
تا جلوهٔ یار جلوه گر شد در ما — آئینہ صفت ہمیشہ حیرانِ خودیم

درد

از کوری دل بخود نگاہے نکنم — واں کار کہ کردنی ست گاہے نکنم
من بندۂ ناکاره و تو بخشنده — دیگر چه کنم اگر گناہے نکنم

نواب شاہ جہان بیگم

گو بہر گناہ وقف فرصت باشم — در طاعت خلق کمینہ ہمت باشم

نومید نیم کہ ناامیدی کفرست — ہر لحظہ امیدوار رحمت باشم

نواب شاہ جہان بیگم

دریافت عطائے کبریائی مارا — در حضرت اوست جبہہ سائی مارا

چوں عاجزی از پادشہان مقبول است — نازم کہ کشد بہ پادشائے مارا

حسرتی دہلوی

الطاف تو بر بندہ عاصی چہ عجب — لطف و کرمت نیست سبب بہر سبب

نامست لبت تجلیت درجان باد — آن دم کہ برون رود ز دنیا یارب

واقف دہلوی

اللہ کریم ست عطا می بخشد / ہم پوشد عیب و ہم خطا می بخشد

زاہد ہر چند پر گناہیم ولے / ما را بزعم تو خدا می بخشد

غالب دہلوی

آں را کہ عطیۂ ازل در نظر ست / ہر چند بلا بیش طرب بیشتر ست

فرق ست میانِ من و صنعان در کفر / بخشش دگر و مزدِ عبادت دگر ست

غالب دہلوی

اوراق زمانہ در نوشتیم و گذشت / در فنِ سخن یگانہ گشتیم و گذشت

می بود دوای ما بہ پیری غالب / زاں نیز بہ ناکام گذشتیم و گذشت

غالب دہلوی

عمریست کہ در خم خمارم ساقی   تاب تف تشنگی نیارم ساقی
بکشا سر شک و در گلویم سردہ   سایل بکفم قدح ندارم ساقی

آزاد بلگرامی

در حشر کہ با این رخ چون صبح بیاض   گلزار کنی عرصۂ محشر چو ریاض
قربان شومت چو بر شفاعت آئی   فرقی بکنی ز فاسق و از مرتاض

آخرت و رحمتِ الٰہی

عمر خیام

آنم کہ پدید گشتم از قدرت تو — پروردہ شدم بہ ناز در نعمت تو
صد سال امتحاں بگنہ خواہم کرد — تا جرم من است بیش یا رحمت تو

عمر خیام

یارب بہ دل اسیر من رحمت کن — بر خاطر غم پذیر من رحمت کن
بر پای خرابات رو من بخشای — بر دست پیالہ گیر من رحمت کن

عمر خیام

با نفس ہمیشہ در نبردم چہ کنم — وز کردۂ خویشتن بہ دردم چہ کنم
گیرم کہ ز من در گذرانی بہ کرم — زیں شرم کہ دیدی کہ چہ کردم چہ کنم

عمر خیام

خیام ز بہر گنہ این ماتم چیست — در خوردن غم فائدہ بیش و کم نیست
آنرا کہ گنہ نکرد غفران نبود — غفران ز برای گنہ آمد غم چیست

عمر خیام

آباد خرابات ز می خوردن ماست — خون دو ہزار توبہ در گردن ماست
گر من نکنم گناہ رحمت کہ کند — آرایش رحمت از گنہ کردن ماست

عمر خیام

گر گوہر طاعت نسفتم ہرگز ... ور گرد گنہ ز رخ نرفتم ہرگز
نومید نیم ز بارگاہ کرمت ... زیرا کہ یکی را دو نگفتم ہرگز

عمر خیام

سازندۂ کار مردہ و زندہ توئی ... دارندۂ ایں چرخ پراگندہ توئی
من گرچہ بدم صاحب ایں بندہ توئی ... کس را چہ گنہ کہ آفرینندہ توئی

خواجہ علی نعیم

آفاق ز خوب و زشت خالی ماند ... ہم صومعہ ہم کنشت خالی ماند
گر عفو کنی یکے بدوزخ نرود ... ور عدل کنی بہشت خالی ماند

ملا مظفر حسین

زاہد بہ کرم ترا چو ما نشناسد   بیگانہ ترا چو آشنا نشناسد
گفتی کہ گنہ مکن کہ من قہارم   این را بکسی گو کہ ترا نشناسد

رفیع واعظ

آں روز کہ بیدار ازاین خواب شوم   از آتش انفعال در تاب شوم
زین آلایش کدام آبم شوید   از شرم گناہِ خود مگر آب شوم

سیف الدین باخرزی

گر من گنہ جملہ جہاں کردستم   لطف تو امید است کہ گیرد دستم
گفتی کہ بوقت عجز دستت گیرم   عاجز تر ازین مخواہ کاکنوں ہستم

بہائی آملی

تا منزل آدمی سرای دنیاست   کارش همه ظلم و کار حق لطف و عطاست

خوش باش که آن سرا چنین خواهد بود   سالی که نکوست از بهارش پیداست

سحابی استرآبادی

روزی که عیان شود خداوند جهان   لطفش به کهان باشد و قهرش به مهان

خورشید جهان فروز چون در تابد   ذره شود آشکار و سیاره نهان

سحابی استرآبادی

نه علم نه معرفت نه دین نه یقین   نه قدر نه منزلت نه عز و تمکین

چون استحقاق زحمتم چندین هست   شاید که نمانم من محروم چنین

سحابی استرآبادی

یکچند چراغِ آرزو ہا پُف کن — قطع نظر از جمالِ ہر یوسف کن

زین شہد یک انگشت رسانم بست — از لذت اگر محو نگردی تُف کن

ابوسعید مہنہ

یارب ز دل فقیر خود جا مگذار — در دیدہ من گرد تمنا مگذار

گفتم گفتم ز من نمی آید ہیچ — رحمی رحمی مرا بہ من وا مگذار

ابوسعید مہنہ

محتاجم و از درِ تو با غم نروم — جز شاد و امیدوار و خرم نروم

از درگہ ہمچو تو کریمی ہرگز — نومید کسی نرفت و من ہم نروم

ابوسعید مہنہ

درخانۂ خود نشستہ بودم دلریش وزبار گنہ فگندہ بودم سرپیش

آواز آمد کہ غم مخور ای درویش تو در خور خود کنی و ما در خور خویش

ابوسعید مہنہ

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

این درگہ ما درگہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

ابوسعید مہنہ

چون عود نبود چوب بید آوردم روی سیہ و موی سپید آوردم

تو خود گفتی کہ نا امیدی کفر است بر قول تو رفتم و امید آوردم

ابوسعید مہنہ

از بارِ گنہ شدتنِ مسکینم پست
یا رب! چہ شود اگر مرا گیری دست
گر در عملم انچہ ترا شاید نیست
اندر کرمت انچہ مرا باید ہست

ابوسعید مہنہ

عصیانِ خلایق ارچہ صحرا صحرا ست
در دستِ عنایت تو یک برگِ گیا ست
ہر چند گناہِ ماست کشتی کشتی
غم نیست کہ رحمتِ تو دریا دریا ست

ابوسعید مہنہ

من بے تو دمی قرار نتوانم کرد
احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر بر تنِ من زبان شود ہر موی
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

میرزا عبداللہ نشی

در حشر چو نیک و بد ہراساں گردد   کار ہمہ چوں با وست آساں گردد

ہر چند کہ آب تلخ یا شیریں است   چوں رفت بدریا ہمہ یکساں گردد

حسن دہلوی

دارم دلکے غمیں بیامرز و مپرس   صد واقعہ در کمیں بیامرز و مپرس

شرمندہ شوم اگر بپرسی عملم   ای اکرم اکرمیں بیامرز و مپرس

جامی

چوں مہر ز فروغ خود جہاں آراید   بر پاک و پلید اگر بتابد شاید

نہ نور وے از ہیچ پلید آلاید   نی پاکی او ز ہیچ پاک افزاید

جامی

ای مردِ گنهگار درِ توبه گشاده ست
انواع نعم بهر تو آماده نهاده ست

بشتاب سوی توبه که از مادرِ گیتی
از کردنِ تاخیر بسی واقعه زاده ست

جامی

یک نیمه ز عمر در بطالت بگذشت
یک نیمه به تشویر و خجالت بگذشت

عمری که دمی از دو جهان ارزد
بنگر بچه حیله و چه حالت بگذشت

بابا افضل کوهی

ای آنکه خلاصهٔ چهار ارکانی
بشنو سخنی ز عالم روحانی

دیوی و ددی و ملکی و انسانی
در تست هر آنچه طالب آنی آنی

بابا افضل کوہی

ایدل بچہ غم خوردنت آمد پیشہ — وز مرگ چہ ترسی چو درخت از تیشہ

وانگہ کہ بنا خوشی برندت زینجا — خوش باش کہ رستی از ہزار اندیشہ

سرمد

یارب ز کرم بہ بخش تقصیر مرا — مقبول بکن نالۂ شبگیر مرا

پیری و گناہ ما جرائیست عجیب — لطف تو کند چارۂ تدبیر مرا

سرمد

افسوس کہ مخلوق پرستی کردم — وز ہمت پست رو بہ پستی کردم

این بادہ خمار داشت ہشیار شدم — ایام شباب بود مستی کردم

سرمد

از کردۂ خویش منفعل بسیارم   عمریست کہ پابند دریں آزارم
چیزے کہ بباید نشود۔ از من شد   بر فضل نظر کنی نہ بر کردارم

سرمد

یارب تو عطا کن ز قناعت گنجم   عمریست کہ در حرص و ہوا در رنجم
دین را نتواں کرد بہ دنیا سودا   ہر لحظہ دریں سود و زیاں می سنجم

سرمد

ایں ہستی موہوم حباب ست ببیں   ایں بحر پر آشوب سراب ست ببیں
از دیدۂ باطن بہ نظر جلوہ گرست   عالم ہمہ آئینۂ آب ست ببیں

سرمد

اے دل عبث از دارِ بقا می ترسی　　اندیشہ بکن کہ از کجا می ترسی

در راہِ فنا نیست تعب آرام است　　آں خانہ از ینجاست چرا می ترسی

سرمد

تا چند بکوہ و دشت زحمت بکشی　　از بار ہوا و حرص محنت بکشی

ایں زندگیست بقدرِ خواہش نبود　　وقتست ہنوز گر ندامت بکشی

سرمد

غم ناکم و از کوئے تو با غم نروم　　جز شاد و امید وار و خرم نروم

از حضرتِ ہمچو تو کریمی ہیہات　　محروم کسی نرفت و من ہم نروم

سرمد

افعال بدم ز خلق پنہاں میکن دشوار جہاں بر دلم آساں میکن
امروز خوشم بدار فردا با من آنچہ از کرم تو می سزد آں میکن

ابن یمین

اے واقفِ اسرار ضمیر ہمہ کس در حالتِ عجز دستگیر ہمہ کس
یارب تو مرا توبہ دہ و عذر پذیر اے توبہ دہ و عذر پذیر ہمہ کس

راہب

راہب خم بادہ پیر دیرے بود ست پیمانہ حریف گرم سیرے بود ست
این مشتِ گِلے کہ گشت خشتِ خم میخوارۂ عاقبت بخیرے بود ست

حافظ شیرازی

گویند کسانیکہ ز مے پرہیزند   زانساں کہ بمیرند چناں برخیزند

ما با مے و معشوق ازینیم مدام   تا بو کہ ز خاک ما چناں برخیزند

حکیم قاآنی

نہ بادہ نہ جام بادہ ماند باقی   نہ سادہ نہ نام سادہ ماند باقی

آزادہ نام روزگاریم ولے   نہ زادہ نہ نام زادہ ماند باقی

امید ہمدانی

بر درگہ دوست ہر گناہی بخشند   صد سالہ گناہ بیک آہے بخشند

عفو گنہم بنا توانی کردند   زیباست کہ کوہ را بکاہے بخشند

اشرف مقدسی

یارب تو مرا بآتشِ قهر مسوز — درخانۂ دل چراغِ ایمان افروز
این خلعتِ بندگی که شد پارہ ز جرم — از راہ کرم برشتۂ عفو بدوز

معین استرآبادی

افسوس که بیک عمر راہے کردیم — مردانہ زیستیم و واہے کردیم
درنامہ نماند جای یک نقطہ سفید — ازبسکہ شب و روز سیاہے کردیم

ظہیر فاریابی

دو روزۂ عمر پُر ز خوف و خطرست — از غصہ غذای خلق خونِ جگرست
آسودہ دلی ز بعد مردن ہم نیست — زیرا کہ خطر دران طرف بیشترست

بیرم خان خانخاناں

ای عمر حیات جاودانت بادا تا هست جهان بقای جانت بادا
حیف ست نصیب دشمنان چون گریم درد تو نصیب دوستانت بادا

امیر حسینی سادات

درد دلم از شمار دفتر بگذشت وین قصه بهر محفل و محضر بگذشت
این واقعه در جهان شنیده ستی که من تشنه و آب آسیا از سر بگذشت

حکیم رکنائی کاشی

زاهد گوید که مست فردا چه کند تا رحمت ایزدی تقاضا چه کند
رحمت دریا و باده یک قطرهٔ آب یک قطرهٔ آب پیش دریا چه کند

عرفی شیرازی

جمعی بدرت گریہ و آہ آوردند   جمعی ہمہ دیدہ و نگاہ آوردند

جمعی دیدند خواہشِ عفو ترا   رفتند جہاں جہاں گناہ آوردند

علی حزیں

سلطانِ رسل کہیں غلامِ تو منم   مستِ مئی معرفت ز جامِ تو منم

حسرت نبرم قسمتِ خاصانِ ترا   در آرزوی رحمتِ عامِ تو منم

مومن یزدی

کس باز نگردد بمن از واپسیم   رحم آری اگر بحالِ دل واپسیم

ہر چند کہ واپسیم بفریاد ہم رس   بیچارہ بیکسیم نگر نہ بہ بیکسیم

ظهوری ترشیزی

در راه طلب غم تو بس توشه من   انبار توان نهادن از خوشه من

گر دست غم نیز داغهائے تو مرا   سر تا قدمم گشته جگر گوشه من

امیر مغیث محوی

محوی بہر سوز حرص چون مور مرو   در بارگه قیصر و فغفور مرو

بگذر ز طمع وز در دونان بگریز   جانی داری زنده بهر گور مرو

طالب آملی

آزرده مشو ز من که آزرده دلم   وز روی تو همچو آه من منفعلم

زین بیش خجالتم مده کین دو سه روز   خود از گنه نکرده خود منفعلم

درد

یارب چه زیاں کارم وگویم که ببخش
باری ز گنه دارم وگویم که ببخش

دارم چو محمدؐ شفیع محشر
صد توده گنه آرم وگویم که ببخش

درد

در گلشن دہر بسکه غفلت کاری
تخم گنهی بهر طرف می کاری

از روی خدا نیامدت شرم ایدرد
باشد که ز روی خلق شرمی داری

درد

از شادی وغم هر چه در امکاں شدهٔ
از درد همه حضرت انساں شدهٔ

در باغ ظهور چوں گلت آوردند
خواهی دلریش خواه خنداں شدهٔ

درد

بی لشکر و فوج بادشاہی کردیم
بر مسندِ فقر کبریائی کردیم
ای درد بدولتِ فقیری اینجا
در کسوتِ بندگی خدائی کردیم

درد

ہر پست و بلند واقفِ راز ہمست
چوں زیر و بم سازِ آوازِ ہمست
این نغمۂ ظہور از تقابل دارد
ہستی و عدم زمزمہ پرداز ہمست

درد

ای درد مراز نغمہایم دریاب
آہنگِ من از صوت و صدایم دریاب
ای زمزمہ پرداز بسانِ قانون
تفصیلِ مقامم از نوایم دریاب

درد

شه لبست اگر به سرِ عقیق و یشمی پوشید اگر گدا کلاهِ پشمی

بیباکی آئینه برا ینها بکشود چشمی که نداشت ست شرم چشمی

احسن بلگرامی

آنکس که گنه نکرد پیدا نه بود او خود خلفِ آدم و حوّا نه بود

حق ست اگر خطا ز انسان نشود عبد ست اگر عفو خدا را نه بود

واقف دہلوی

ای همنفسان که یارِ غار ید مرا آنروز که تابوت برآرید مرا

اول زیرِ زمین سپارید مرا آنگاه بجستجوش گذارید مرا

غالب

چون درد ته پیاله باقیست هنوز   شادم که بهار لاله باقیست هنوز

در کیش توکل غم فردا کفرست   یکروزه می دو ساله باقیست هنوز

غالب

در عالم بی زری که تلخست حیات   طاعت نتوان کرد بامید نجات

ای کاش ز حق اشارت صوم و صلات   بودی بوجود مال چون حج و زکات

غالب

آنرا که ز دست بی زری پا بشکست   رسوائی نیز لازم احوالست

ما خشک لبیم و خرقه آلوده بمی   ساقی نگرش پیاله از خونابست

صانع بلگرامی

ضعفِ پیری زبسکہ بگداخت مرا   ہر کس کہ نظر فگند نشناخت مرا
از صحبتِ من کنوں تباں اننگ ست   ایں موی سفید رو سیہ ساخت مرا

میر محمد حنیف الفت

فریاد رسا دمی کہ محشر باشد   ہر چند کہ نامہ ام سیہ تر باشد
مفرست بدو زخم کہ نتوانم دید   جائیکہ در و دشمنِ حیدر باشد

مرزا فصیح

ہر چند کہ دیو نفس فوجے دارد   عنقا ہوس ہوائے اوجے دارد
ز الاشِ معصیت چرا اندیشم   بحرِ کرمش وعدۂ موجے دارد

مُناجات

درد

یارب ز تو یافت صورت آب و گِلِ من — الطاف تو شد پناہ جان و دلِ من
آسانیِ کار از تو بُوَد حاصلِ من — ہم از کرمِ تو حل شود مشکلِ من

درد

یارب دلم از بارِ گنہ محزون است — جانم ز درد دل افگار و جگر پُر خون است
ہرچند گناہ من ز حد بیرون است — عفوت ز گناہِ من بسے افزون است

درد

یارب مکن از امید قطعِ نظرم جز جانبِ خود مخواں دلِ بخبرم
چوں لطف تو باراں شود از ابرِ کرم حاشا کہ طمع برد بجائے دگرم

درد

یارب ہر چند در طریقِ دینیم پرہیز ز تقصیر نشد آئینم
اکنوں چو ز عفوِ تو نشانے بینم در پے روم و ز پیروی ننشینم

درد

یارب ز طریقِ لطف بر جانِ ہمہ گر نگذری از ذلت و نقصانِ ہمہ
پس کیست کہ شوید پے احسانِ ہمہ در بحرِ کرم نامۂ عصیانِ ہمہ

درد

یارب اگر از جهل خطا شد کارم — جان از کرمت شاد بود بسیارم

زامید تو بسکه دل بود بیدارم — گویند که نیست از گنه آزارم

درد

یارب ز قصور عمل و حال تباه — سر زیر فلک افراخت مرا کوه گناه

آنگه که برم جانب عفو تو پناه — اندر خور عفو تو بود کوه چو کاه

درد

یارب به نیاز خود نوازم چه کنم — دربند پی عجز و نیازم چه کنم

دور افگنی از حریم رازم چه کنم — سی که دوم چه چاره سازم چه کنم

درد

یارب اگر از معصیتِ جانکاہم   دور افگنی از امید خود ناگاہم
پس جانب امید کہ افتد راہم   تا روز جزا بود شفاعت خواہم

درد

یارب چو بمہر تو کسے را کار است   دردِ دلِ او ز نالہ جان آزار است
ور شوقِ جمالت ہمہ شب بیدار است   غفلت زدہ را خوابِ لبے بیدار است

درد

یارب کرم تو گر نباشد مددم   خونِ جگر از دیدہ رود تا ابدم
امید چو وعدہ سلامت دیدم   صد طعنہ بامید زند فعل بدم

ورد

یارب بہوائے نفس وتن آسانی | تر سم کہ رود حیات بربادو ہوا
گر عفو کنی زعفو کردن بر ہم | ورنہ بگناہ مہلک افتم از پا

ورد

یارب ہمہ را از تو امید کرمست | زاندیشۂ رحمت دل ہر جان بے الم ست
ہر چند عمل کوتہ و اخلاص کمست | در جنت جاوید امید نعمست

سرود

یارب نہ من زارنہ بندہ کارے | جز معصیت و غفلت ہیچ کارے
از کار گذشتہ کار آگاہ شدم | کارے نہ شد از من کہ بیاید کارے

سرمد

بیش از گنہم بخشش و احسان کردی ‏ برخوانِ کرم ہمیشہ مہمان کردی

ہر چند گناہ بیش افزود کرم ‏ این قسم بکردار پریشان کردی

سرمد

غیر از در رحمتش نداریم پناہ ‏ بیچارہ و عاجزیم با حالِ تباہ

نے طاقت زہد است نہ یارای گناہ ‏ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

سرمد

بر من درِ لطف و جود مسدود مکن ‏ مقبولِ تو ہر گہ گشت مردود مکن

در ضعف نمی‌توان گران بار کشید ‏ پیرانہ سرم گناہ افزود مکن

سرمد

یارب تو عطا کن ز قناعت گنجم
عمریست که در حرص و هوا در رنجم
دیں را نتواں کرد بدنیا سودا
ہر لحظہ دریں سود و زیاں می سنجم

خواجہ عبداللہ انصاری

یارب دل ما را تو برحمت جان دہ
دردِ ہمہ را بہ صابری درمان دہ
ایں بندہ چہ داند کہ چہ می باید جُست
دانندہ توئی ہر آنچہ دانی آں دہ

خواجہ عبداللہ انصاری

من بندۂ عاصیم رضای تو کجاست
تاریک دلم نور و ضیای تو کجاست
ما را تو بہشت اگر بطاعت بخشی
آں بیع بود لطف و عطای تو کجاست

مرزا مہدی خاں کوکب

سرگشتہ برائے حق ہمیں باید بود　　محکوم قضای حق ہمیں باید بود
از بندۂ ناتواں چہ آید کوکب　　راضی برضای حق ہمیں باید بود